يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمْ

UNIV… MUSLIM UNIVERSITY
7-5 MAY 1937

فصاحت
دُرجِ لُولُوئی

یعنی

کُلیاتِ کلام منظوم فارسی، عربی، اُردو، انگریزی

نواب بہادر الحاج ڈاکٹر سر **محمد مزمّل اللہ خاں** صاحب
کے بی، او بی ای، کے سی آئی ای، ال ال ڈی مرحوم و مغفور
رئیس و آنریری مجسٹریٹ قلعۂ جدید بھیکم پور ضلع علی گڑھ

بعد ترتیب و اضافۂ حواشی باہتمام

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

در شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ طبع شد

M.A.LIBRARY, A.M.U.
PE3650
02
۳۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگارشِ گزارش

نواب بہادر محمد مزمل اللہ خاں صاحب مرحوم کی علمی اور دینی خدمات میں غالباً آخری خدمت کتاب البشریٰ کی اشاعت ہے جو صرف مرحوم ممدوح کی فیاضی سے عمل میں آسکی۔ اس کا مفصل ذکر کتاب مذکور کے دیباچہ میں موجود ہے۔

نواب صاحب مرحوم کے بعد بھی جن علمی کارہائے خیر کا سلسلہ اُن کی ریاست سے جاری ہی (خدا اُسے دیر تک جاری رکھے) اُن میں غالباً سب سے پہلا کام اُن کے اس دیوان کی ترتیب ہے۔

گویا اُن کی پہلی زندگی علمی خدمت پر ختم ہوئی۔ اور اُن کی دوسری زندگی (خدا اُسے بھی سرسبز و شاداب کرے) علمی خدمت سے شروع ہوئی۔

البشریٰ کی طبع و اشاعت میں جس قدر اخلاقی حصہ حضرت قبلہ نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہ کے دینی جذبے اور علمی شغف کا ہی اُسے میں کتاب مذکور کے اپنے لکھے ہوئے مقدمہ موسوم بہ "تبشیر" میں بتا چکا ہوں۔ اور اب اس دیوان کی اشاعت کے سلسلے میں بھی یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کی اشاعت کا انحصار کلیتہً نواب صدر یار جنگ بہادر کے ذوقِ سلیم پر ہی۔ نواب بہادر مرحوم کے بعد اُن کے کاروبار نے جو مراحل طے کئے اُن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہی۔ صرف اتنا جان لینا کافی ہی کہ مرحوم کے انتقال کے معاً بعد وہ چندے نواب صدر یار جنگ بہادر کی نگرانی میں رہی۔ چنانچہ اسی زمانہ

CHECKED 1996-97

کا اُن کا ایک (شاید پہلا) کام یہ ہوا تھا کہ انھوں نے نواب صاحب مرحوم کے دیوان کا مبیضہ بغرض طبع و اشاعت میرے سپرد فرمایا۔ غیب داں خدا ہے۔ باقی ظاہری حالات یہ ہیں کہ اگر نواب صدر یار جنگ بہادر اس جانب فوراً توجہ مبذول نہ فرماتے تو وہ ہرگز شائقین کے ہاتھوں تک نہ پہونچ سکتا (اور کچھ عجب نہیں کہ تلف بھی ہو جاتا) خداوند تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

خلاق برحق و قادر مطلق نے انسان ضعیف البنیان کو بیشمار قوتیں ودیعت فرمائی ہیں جن میں بعض قدرتی طور پر قوی و اقویٰ اور بعض ضعیف و اضعف ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی اُسی کی قدرت کاملہ اور مشیت حقہ کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ممارست و مزاولت سے ضعیف سے ضعیف قوتیں قوی سے قوی تر ہو جاتی ہیں اور مہمل چھوڑ دینے سے قوی سے قوی قوتیں قریب بفنا ہو جاتی ہیں۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ نواب بہادر محمد فضل اللہ خاں صاحب کے اندر خداوند تعالےٰ نے ملکۂ شعریہ شروع ہی سے قوی رکھا تھا یا اُنھوں نے اُسے (مثل اپنی بہت سی دوسری قابلیتوں کے) محض مشق و تکرار سے قوی کر لیا تھا۔

دوسری طرف یہ بھی واقعہ ہے کہ شاعری کی اُن کی اس درجہ قابلیت سے (جیسی کہ اس دیوان سے ظاہر ہوتی ہے) بہت ہی تھوڑے نفوس واقف ہوں گے۔ حال آں کہ بھیکن پور کی تاریخ کا ایک دَور شاعری کا دور بھی تھا جب کہ وہاں بڑے بڑے با کمال شاعروں کا گزر اور قیام ہوتا تھا اور غزلیں لکھی جاتی تھیں اور قصیدے پڑھے جاتے تھے۔ اور مثنویوں کے لئے مضامین جہاں ملتے تھے وہاں سے (حتیٰ کہ "دریا پار" سے) لائے جاتے تھے۔ مگر یہ سب واقعات موجودہ نوخیز نسل کے علم (کم سے کم یاد) سے پہلے کے ہیں۔ ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جنھوں نے نواب صاحب مرحوم کو بڑے بڑے دبدبہ کے درباروں میں اپنے قصیدے کو نہایت لقلقہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ مگر

میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُن کی طبّاعی اور خوش گوئی کا معتقد ہونے کے باوجود اُن کا ایک "صاحب دیوان" شاعر ہونا کسی کے بھی حاشیۂ گمان میں نہ ہوگا۔

عمر کے بالکل اخیر دور میں انھیں چھوٹی چھوٹی (دوبیتی) نظمیں لکھنے کی دھت ہوگئی تھی۔ اپنی تنہائی کے کسی وقت میں فکر کرتے اور اس کے معاً بعد کے مناسب مجمع میں نتیجۂ فکر پیش فرماتے۔ اکثر مجھے بھی اس مربیانہ تخاطب کا شرف حاصل ہوتا۔ وہ ان نظموں کو اُن کے چو مصرعی ہونے کے سبب سے "رباعی" فرمایا کرتے۔ اول اول بپاس ادب میں نے کچھ عرض نہ کیا۔ لیکن ایک بار ہمت کرکے میں نے رباعی کی تعریف لکھ کر بھیجی اور عرض کیا کہ رباعی کا مسلّمہ وزن ہے:۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" آں جناب کا یہ کلام رباعی نہیں بلکہ "قطعہ" ہے۔ اس کے بعد جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے (مجھے معلوم ہوا کہ بعض مجمعوں میں میری غیبت میں بھی) نہایت لطف کے ساتھ فرمایا کہ "تم نے تو ہماری کاوش پر لاحول ہی بھیج دی"۔

نواب صاحب مرحوم کے بعد نواب صدر یار جنگ بہادر نے جب دیوان کا مبیضہ چھاپنے کی غرض سے میرے سپرد فرمایا تو اُس میں ساری نظمیں ترتیب زمانی کے ساتھ تھیں موجودہ ترتیب میری کی ہی۔ میں نے تمام نظموں کو اول صنف وار کیا ہے، پھر ردیف وار۔ اور زمانہ کے تعین کے لئے ہر ایک کی تاریخ قلم بند کر دی ہے۔ جو نظمیں یا اشعار تلمیح طلب تھے اُن کی تلمیحات بھی لکھ دی ہیں تاکہ ناظرین کی واقفیت (اور واقفیت سے لطف اندوزی) میں اضافہ ہو۔ دیوان کا نام "دُرجِ لولو فصاحت" انھی کے ایک شعر بلکہ دوسرے ہی شعر سے اخذ کیا گیا ہے۔

دیوان کی زبان چونکہ فارسی ہے اس لئے میں نے بھی جو کچھ لکھا ہے اُسے فارسی ہی میں لکھنے کی کوشش کی ہی۔ لیکن مجھے یقین ہی کہ ان کی رواں دواں اور خوش خرام زبان کے مقابلہ میں میری "فارسی کی ٹانگ" "لنگڑی" (یا شاید "ٹوٹی" ہوئی) معلوم ہوگی ؎

سزد گر بزرگان گوہر شناس   سخن را بانصاف دارند پاس

چو زیں بلبلہ صاف نوشی کنند   فرو ماندہ را عیب پوشی کنند
زر از دہشتِ مار نتواں گذاشت   گل از زحمتِ خار نتواں گذاشت
خریدارِ دُر گرچہ باشد بسے   سفالینہ را ہم ستانند کسے
سزد گرچہ آوازِ خرخندہ را   بود ارغنوں گوشِ خربندہ را
برو باد بخشایشِ دادگر   کہ بر من بہ بخشش گمارد نظر

علی ہذا بیضہ کی بعض دوسری توضیحات کو بھی میں نے قائم رکھنا ضروری سمجھا ہے۔

جیسا کہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے پورے دیوان کے اندر محض چند نظمیں اردو کی ہیں۔ ایک عربی کی ہے، حتی کہ ایک انگریزی کی بھی ہے۔ یہ سب مجموعی طور پہ بھی فارسی کے مقابلہ میں محض "برائے بیت" ہیں۔

میں چاہتا تھا کہ اس ضمن میں نواب صاحب مرحوم کے کچھ مفصل حالات (کم از کم وہ جو اس دیوان کے مضامین سے مستنبط ہو سکتے ہیں) ضبطِ تحریر میں لاؤں لیکن افسوس کہ زمانہ نے نامساعدت کی اور میں اس خدمت کا فخر اور شرف حاصل کرنے سے قاصر رہا۔ خدا ہی کو علم ہے کہ اس نیّت کا حشر کیا ہوگا۔ اس وقت تو بظاہر یہ نیت "نیت شب" معلوم ہوتی ہے۔

بہرحال مجھے یقین ہی کہ ان کے کام کی طرح ان کے کلام کی بھی کافی قدردانی ہوگی۔ معلوم ہوتا ہی کہ اس کا انھیں خود بھی احساس تھا جو اس شعر سے ثابت ہے ؎

شوی ز قدرِ غزل بآں زماں آگاہ
کہ شادماں برود زیں سرائے بوقلموں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی
مرتب و طابع و ناشر دیوانِ ہذا

مطبع شروانی، علی گڑھ
جمعہ ۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۰ھ (۳۰ مئی سنہ ۱۹۴۱ء)

MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH
25 MAR 1957

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناجات

الٰہی روشنیِ نورِ عرفان بخش جانم را (۱) کرامت کن توانائیِ ایمانی روانم را
خدایا درجِ لولوے فصاحت کن زبانم را پسندِ خاطرِ معجز بیاناں کن بیانم را
سخن در مدحِ تو گوئیم دو دست از ماسوا شوئیم نہ پروائے بود از غیرِ جانِ ناتوانم را
نہ بودم لائقِ خدمت نکردم ہیچ یک طاعت بیالودم بقولِ ناسزا ظرفِ دہانم را
علیمستی و دانائی خبیرستی و بینائی تو آگاہی و یکتائی مکن افشا نہانم را
تو جبّاری و قہّاری تو غفّاری و ستّاری ز قہرِ خود امانم دہ ہمی پوشاں عیانم را
نہ یابم از یکے راحت کنم قربانِ درگاہت نہانم را عیانم را زبانم را بیانم را
گنہگار و خطا وارم زیاں کار و گراں بارم عقوبت را سزاوارم مگر بخشی امانم را
اگر بخشی عطائے تو نمی بخشی رضائے تو فدائے مصطفائے تو نمایم نقدِ جانم را
حبیبِ تو طبیبِ من طبیبِ من شفیعِ من شفا یابم چو بخشائی گناہِ بیکرانم را
بطوفِ خانۂ کعبہ مزمّل را رساں یارب
خدایا خاکِ یثرب کن رمیمِ استخوانم را

ملاحظہ شدہ درست

حمد

د

بجسمم تا کے جان و در تنم تاب و تواں باشد (۱) ثنائے خالقِ اکبر مرا وردِ زباں باشد
شہنشاہے کہ شاہانِ عجم محتاج درگاہش خداوندے کہ بر مسکین و عاجز مہرباں باشد
ز محتاج انعامش
بہ کن پیدا کنِ مخلوق بے رنج و بلا زحمت بدستِ او زمامِ انتظامِ دو جہاں باشد
ل بدست قدرتش سررشتۂ نظم جہاں باشد
نبودہ ہیچ امّا بود ذاتش در قِدم ظاہر نباشد ہیچ لیکن ذاتِ پاکش جاوداں باشد
ز ذرّہ تا بخورشید ست از انوارِ او روشن بہ تدبیرش سرانجام و نظامِ جسم و جاں باشد
ز فضلش صد ہزاراں عقدۂ دشوار حل گردد بلا حکمش یکے آسان تدبیرے گراں باشد
نہ بتواں قطرہ باریدن از ابرے بلا حکمش اگرچہ در پئے تدبیرِ ایں ہر دو جہاں باشد
بہر نامے کہ می خوانم ترا موسوم آں بینم بہر وصفے کہ بستانم ورا موصوف آں باشد
بہر جائے کہ می جویم ترا موجود می یابم نشانِ لامکانی رونقِ ہر یک مکاں باشد
مزمّل باش خاموش و جبینِ عجز پیش افگن یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء بوقتِ شام
لہ
ثنائے خالقِ اکبر بیانِ لابیاں باشد ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء

نعت

(ششم جولائی سنہ ۱۹۰۱ء شروع کردہ نہم جولائی سنہ ۱۹۰۱ء اختتام یافت)

ا

جانم فدائے حضرتِ محبوبِ کبریا (۱) کہف الوریٰ رسولِ خدا شاہِ انبیا
شمس الہدیٰ سپہرِ علا آیۃ التقیٰ ماہِ صفا سحابِ سخا منبعِ عطا
بحرِ کرم ولیِ نعم کامل الشیم نورِ قدم امامِ امم تاجِ اصفیا

لہ ممکن کہ شعر مقطع بتاریخ موخر الذکر فکر فرمودہ باشند۔ مرتب

منهاجِ شرع قامعِ کفر و ضلال و شرک   مفتاحِ بابِ رحمت و گنجینهٔ خفا
مصباحِ نور خالقِ انوارِ کائنات   مصداقِ هرچه هست ز اوصاف ماسوا
نقّادِ حکمِ داورِ بے شبه و بے نظیر   معیارِ فضلِ قادرِ بیچون و بے چرا
والله مثل ذکرک ما سمعت الاذن   بالله مثل وجهک العین ما تریٰ
ذکرِ تو در کلامِ خداوندِ ذو المنن   روے تو آبگینهٔ صافِ خدا نما
یا مصطفیٰ تحیّر فی وصفک العقول   لولاک تا چه سرّ و چه رازست انّما
نسخِ ملل کرشمهٔ از جلوه هاے تست   فسخِ کتب به نطقِ تو از گفتهٔ خدا
محتاجِ التفاتِ تو هر مفلس و غنی ست   سائل ز فیضِ تو چه گدا و چه پادشا
گردن کشانِ دهر به حکمِ تو سرنگوں   از چاکرِ تو قیصر و کسریٰ گریز پا
در روم و شام و مصر و عراق ست و چین و هند   امر و نواهیِ تو مطاعِ اولو النهیٰ
اوحیٰ عبارتے ست ز نطقِ فصیحِ تو   ادنیٰ اشارتے بود از قربِ تو دنی
از عرش تا به فرش بود زیرِ پاے تو   از فرش تا به عرش به معراجِ تو گوا
موسیٰ به یک طلسمِ تجلّی ز هوش رفت   چشمِ تو عینِ ذات عیاں دید و ما طغیٰ
صلّی علیک فالق الاصباح معلنا   امرست تا درود کنم بر تو بر ملا
یٰسین و نون و قاف و فتحنا و نجم و صاد   مزمّل و مدّثّر و طٰهٰ و والضحیٰ
از نامِ تو مسجّل و نازل بشانِ تست   در وصفِ تو مکمّل و مدحِ ترا سزا
دانا حکیم و فلسفی و عالم و طبیب   شاهنشه و وزیر و امیرانِ اغنیا
گرد و جوان مرد و سلحشور و شه سوار   شیریں زبان سحر بیان و سخن سرا
صنّاع و کاردان و هنر پرور و ادیب   تجّار و مالدار و زمیندار و کدخدا
خوبانِ گلعذار و حسینان و ماه رو   مرتاض و پاک باز و جوانانِ پارسا
رمّال و هر ستاره شناس و شریف و نیک   مستوفیانِ دهر و امامان و پیشوا

نـ تدبیرداں ستاره شناس و شریف نیک

خاکِ نعالِ خادمِ تو تاجِ فرقِ ما
۲ر اگست ۱۹۱۸ء

از کمترین امتیانِ تو بوده اند   بر فرقِ شان نعالِ بلال ست فرقِ ما
قَدْ خَابَ مَنْ اَتَاكَ عَنِيْدًا وَّ مُنْكِرًا ق   مَنْ جَاءَ فِي اَمَانِكَ وَاللهُ قَدْ نَجَا
ضرب المثل به جهلِ عرب بوده تا که بود   از فیضِ ذاتِ پاکِ تو در پردهٔ خفا
فخرِ البلاد ملکِ عرب گشت تا گشت   ذاتِ مبارکِ تو به دنیا کرم نما
کفّار و مشرکین و شیاطین و ملحدین ق   ناحق شناس و ناخلف و زشت و ژاژخا
کم فهم و کم تأمّل و کم بین و کم خرد   بد ذات و بدصفات و دل آزار و جان گزا
از یک هزار و سه صد و چندے ست کرده اند   جهدِ بلیغ از پئے تخریبِ دینِ ما
از صدقِ قولِ تست که تا جمله مانده اند   مخذول و خوار و نا رسیده به مدّعا
دنیا ز جهل و ظلم و عداوت به تنگ بود   عالم به شرک و بدعت و عصیان مبتلا
آمد بجوش چشمهٔ الطافِ لم یزل   پیدا نمود شخصِ ترا بهرِ اهتدا
نورِ تو گشت ظاهر و ز آفاق دور کرد   فسق و فجور و معصیت و بدعت و بلا
آفاق مرز پرتوِ نورت منوّر ست   گیتی منظّم ست ز ارشادِ مصطفےٰ
تو بندهٔ خدائی و ما بندگانِ تو   اے مقتدیِ خالق و اے مقتدائے ما
وصّافِ تست واقفِ اسرارِ جزو کل   مدّاحِ تست خالقِ این ارض و این سما
انسان چگونه مدحِ ترا می تواں ستود   مخلوق کے بخالقِ خود گشته هم نوا
دعوائے اختتامِ ثنائے تو نادرست   تخییلِ انحصارِ ثنائیت بود خطا
خاصه چو من که بے هنر و لاابالیم   در بحرِ نعتِ پاکِ تو چگونه کنم شنا
صد شکرِ داورے که مرا عقل و نطق داد   رکم لب به نعتِ اقدسِ تو گشته است وا
گر مدحِ تو نگویم نفریں به جانِ من   در وصفِ تو سرایم طاقت بود کجا
آرے بقدرِ وسعتِ خود کرده ام بیاں   اینک بقدرِ همّتِ خود می کنم ادا
وصفِ تو خوانِ نعمتِ الوان و من فقیر   از خوانِ اغنیا برسد فیض بر گدا

ن نورش

ن [illegible]

ن [illegible]

ن [illegible]

ن [illegible]

لله یک نگاهِ عنایت به حالِ من
بهرِ خدا مرا برهاں از غم و بکا
جانم حزین و زار و پراگنده و خجل
کارم خراب و خوار و دلم خسته و هبا
عصیانِ من ز ریگِ بیابان فزون تر است
طغیانِ من چو آبِ بحار است موج زا
عمرم بفکرِ دولتِ دنیا بصرف رفت
در بندِ جاه و قیدِ عمارت لبالها
روزم باشتغالِ حکومت بسر شود
شب ها به خوابِ ناز و خیالاتِ ناروا
ن شب ها بخوابِ غفلت و تخییلِ ناروا
هر ساعتم ز لهو و نواهی نشاط جو
هر لحظه ام ز بادهٔ نخوت طرب فزا
عمرم بسستی و کشش برسید و نکرده ام
از صد هزار طاعتِ رحمٰن یکے ادا
تو مهربان مهیمن و من طاغی و کفور
کفرانِ من از این چه بود بیش اے خدا
اے وائے بر جهالت و بر خودسریِ من
صد وائے بر حماقت و عصیان و بر هوا
از من زیاده کس نبود درخورِ عذاب
وز من زیاده کس نبود لائقِ سزا
هاں اے رسول گر تو کنی عرضِ من قبول
صد ناروائے من به یک آنے شود روا
یک شربتِ شفاعتِ تو روزِ داروگیر
بیمارِ لاعلاجِ تنم را بود شفا
بخشایدم خدائے که بخشش بدستِ اوست
وَاللّٰه اِنَّ رَبَّكَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَا
از بخششم مراد فقط قربِ ذاتِ تست
نے حور و نے قصور و بهشت ست مدعا
در خدمتِ تو باشم و راضی ز من اله
در حضرتِ تو باشم و خوشنود کبریا
مزّملا خموش که حدِّ ادب رسید
در بارگاه قدس بزاری بکن دعا
یارب سبیلِ بخششِ من می نما بمن
یارب تو راهِ یثرب و بطحا بمن کُشا
تا بر بآستانِ رسولت نهیم سر
شوئیم گردِ دامنِ اخلاص با بُکا
ن عصیان ز اشکها
گریم چناں که آتشِ عصیاں فرو شود
بر مغفرت فرشتهٔ رحمت زند صلا
روئے سیاه من شود از رحمت سفید
موئے سفید من شود از وجد مشک سا
شادان و بامراد رسم بر درِ رسول
کش خاک ره بدیده کند کارِ توتیا
ن خاکِ درش

باشوق و ذوق و جوش و خروش و سرور و وجد   گویم کہ یا محمدؐ روحی لک الفدا
والله انت حیؐ فی قبرک الشریف   شاہا نمائے رحم بحالِ من گدا
صلوٰۃ بر محمدؐ و تسلیم بر نبیؐ   صدہا سلام خوانم و از جاں کنم ندا
من تا بدرگہِ تو رسیدم بصد خلوص   من پائے سعی داشتہ ام تا بانتہا
زیں پس شہا تو دانی و داند خدائے تو
بخشد زہے نصیب نہ بخشد من و رضا

---

(۲)
در مجلسے کہ ذکر ثنائے محمدؐ ست   آں انجمن عزیزِ خدائے محمدؐ ست
دانی کلیدِ گنجِ رضائے خدا چیست   حبِّ محمدؐ ست و ولائے محمدؐ ست
عشقِ نبی وسیلۂ فرخندہ فالی است   جانم فدائے آنکہ فدائے محمدؐ ست
حور و قصور و کوثر و تسنیم و سلسبیل   دانی کہ چیست محض رضائے محمدؐ ست
موسیٰ بہ طور رفت و مسیحا بر آسماں   معراجِ عرش خاص برائے محمدؐ ست
ایمان و جان و مال و خرد دادۂ خدا ست   اہدائے راہ صدق عطائے محمدؐ ست
در روزِ حشر شافعِ قومِ گناہگار   باللہ کہ ہیچکس نہ سوائے محمدؐ ست
بخشائے بر خطائے من اے ماحی الذنوب
مزمّلِ غریب گدائے محمدؐ ست

(بتاریخ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء از مغرب تا بہ عشا
گفتہ شد)

(۳)
من مدح خوانِ حضرتِ باری تعالیم   یک چاکرِ کمینۂ سرکارِ عالیم
فخرم بلے بجاست کہ شعرم بنامِ اوست   حقا غلامِ بارگہِ ذوالجلالیم
شیدا و مبتلائے جمالِ محمدؐ م   عشقِ نبی وسیلۂ فرخندہ فالیم

روحی فداک یا قرشی ہاشمی لقب   بہرِ خدا نگر بسوئے خستہ حالیم
از دست بردِ نفس عجب پاشکستہ ام   بیزار از نہ حیاتم و از جاں ملالیم
چوگان نفس گوئے دلم را چو صولجاں   گاہے جنوبیم کند و گہ شمالیم
دیوِ لعینِ نفس مرا کردہ سحر بند   اے وائے او مقدم و من ہمچو تالیم
تا آتشے بجانِ پلیدش در افگنم   دردے بمن نمائے ز اسمِ جلالیم
اے رحمتِ تمام جہاں۔ رحمتے بہ من   للہ دار روئے پئے آشفتہ حالیم
تا چند سر بپائے خساں خم کنم بعجز   یا مصطفیٰ خلاص کن از پائمالیم

مزمّلا گلیم تو مطبوعِ احمد ست
حاشا کہ حاجتے بود از شال و قالیم

ملاحظہ شد

محمد مصطفیٰ محبوبِ ربّ العالمین ستی (۴) بہین ستی، مہین ستی، گزین ستی، متین ستی
امام المتقین ستی، ملاذ مومنیں باشی   شفیع المذنبین و رحمۃ للعالمین ستی
حبیبِ کبریا ہستی، طبیبِ دردِ ما ہستی   شہِ دنیا و دینی مہبطِ روح الامین ستی
بہ سیرت پرتوِ خالق بہ صورت خوشتر از عالم   صبیح استی، ملیح استی، جمیل استی، حسین ستی
تو از بہرِ نجاتِ امتِ عاصی ضمان ستی   تو از بہرِ خلاصِ ما مسلماناں ضمین ستی
شہِ لولاک ہستی باعثِ ایجادِ کونینی   نخستیں علتِ تخمیر جنسِ ماء و طین ستی
بشیر ستی، نذیر ستی، شہیر ستی، منیر ستی   رؤف ستی، رحیم ستی، کریم ستی، امین ستی
توئی یٰسین و مزمل، توئی طٰہٰ و مدثر   تو سردارِ دو کون و مقتدائے اہلِ دین ستی
بشر ہستی ولیکن مصدرِ وحیِ خداوندی   خدا را بندہ و از ہر دو عالم بہترین ستی
جہاں یکسر بہ یکسو ذاتِ حق گویت بہ یک جانب   بہ نیر دی صداقت ناشر دین مبین ستی
بہ مصباحِ ہدایت ظلمتِ شرک از جہاں بردی   برائے محفلِ توحید صدرِ راستین ستی

تاجِ افتخارِ انبیاء و مرسلین ستی
برائے شعلِ توحید لزبرِ اولین ستی

نہ گفتی جز دعا کفّار و اشرارِ ستمگر را   سرت گردم سزاوارِ ہزاران آفرین ستی
گہے فخرِ زمین و گاہ زیبِ آسمان باشی   گہے مہمانِ ربّ العرش بر عرشِ برین ستی
مطاع و مقتدائے عاقلاں در ہر زماں باشی   متاعِ افتخارِ کاملاں در ہر زمین ستی
شہا، شاہنشہا، بندہ نوازا، خسروا، میرا   تو در دنیا و در دیں مالکِ تاج و نگین ستی
عزیز و خوب صورت، خوب سیرت، خوب ہستی   شریف و پاک طینت، پاک ذات و پاک بین ستی
علَم افرازِ احکامِ شریعت در ہمہ عالم   بہ روم و شام و مصر و ہند و در ایران و چین ستی
غرض بالاتری از جملۂ اوصافِ امکانی   چہا گویم کہ چونی آن چنان یا این چنین ستی
فدای نامِ تو جانم طفیلِ تست ایمانم   ز چشمم گرچہ دوری لیکن از قلبم قرین ستی
ندا کردن بہ تو ممنوع پندارند محروماں   ازیں غافل کہ آخر قبلۂ اہلِ یقین ستی
بہ ادنیٰ ضغطہ برخوانند مالک را و بابک را   چرایت من نخوانم اے کہ ہر دم دل نشین ستی
علیٰ رغمِ حریفاں برملا و فاش می گویم   اغثنی یا رسول اللہ غیاثِ ہر غمین ستی
بوقتِ نزعِ جانم آ، بہ قبرم جلوہ بنما   تسلّائے دلِ عاصی بروزِ واپسین ستی
دمِ آخر نگویم جز رسول اللہ ادرکنی   گنہگارانِ اُمّت را محمّد ستی معین ستی
ز پا افتادہ ام، بارِ گنہ بر دوش، حیرانم   ز دستم گیر شاہا دستگیرِ ہر حزین ستی
پس از مردن سوائے ایں نباشد آرزوئے من   شوم محشور با تو اے کہ در جانم مکین ستی
خدایم نیستی، معبودِ من ہرگز نہٗ حاشا   لیکن پئے یزداں شناسی ہادیِ من بالیقین ستی
نہایت خستہ و زارم ز عصیاں سخت ناچارم   دمِ محشر شفیعم شو شفیعِ مستعین ستی

خدایت صدقۂ محبوبِ خود باشد کہ آمرزد
جزاک اللہ مزمّل مادحِ سلطانِ دین ستی

غزل

(۱)

قرار و صبر نصیبِ منِ خراب کجا　　کجا دلِ من و اندیشهٔ صواب کجا
مرا چه زهره که دعوای عشقِ یار کنم　　کجاست ذرّهٔ ناچیز و آفتاب کجا
منم که مستِ تولّای دو ستم[۱] هر وقت　　سرور و وجد[۲] کجا نشّهٔ شراب کجا
چرا ز عشق گرایم به زهدهای واعظ[۳]　　صفای چشمهٔ حیوان کجا سراب کجا
به شعر من نرسد هاے و هوے بوالهوساں　ص[۴]　صدای بوم کجا نغمهٔ رباب کجا
به حسن فرد توئی و به عشق من یکتا　ص[۴]　ترا نظیر کدام و مرا جواب کجا
بحالِ من متعرض مباش اے ناصح　　مرا دماغ ازیں گونه احتساب کجا
ز حسنِ ظنّ حبیبم ثنای شعر[۵] کند　　وگرنه نظمِ من فرد انتخاب کجا
چناں که رحمتِ پروردگار موفور است[۶]　　گناهگاری ما را بود حساب کجا

بسیر[۷] گیسو و زلفینِ یار مصروف اند
بدیدهاے[۸] مزمّل خیالِ خواب کجا

---

[۱] نـ دوست می باشم
[۲] نـ سرور باده بو
[۳] این شعر بسیار خوب است. سنجر
[۴] "ص" هم فرمودهٔ سنجر است مرتّب
[۵] نـ بود از خود ثنام گفت حبیب
[۶] نـ بے پایاں
[۷] نـ بسیر جلوهٔ دلدار خویش
[۸] نـ به چشمکان

(۲)

نگہے سوئے منِ خستہ خدا را یارا   چند خواہی تو بگو ایں ہمہ خواری ما را
خواری من نہ بس ست ایں کہ بہندی گویند   "در بدر خاک بسر پھرتا ہے مارا مارا"
تا شود خونِ دلِ مشک ختن در دلِ شب   شانہ برگیر مہا۔ زلفِ دوتا را آرا
پاے را خود بشکستم ز کمالِ غیرت   تا کہ منت نرسد از سرِ خارے ما را
جاے دلدار نباشد دلِ آغشتہ بخون   جہد کن از پئے دلدار بیا را جا را

اے مزمّل تنِ تو زار و حبیبت بیزار
بعد ازیں نیست بدرمانِ تو یارا ما را؂

(۳)

خلاصِ جاں نہ بود قیدیِ کمندِ ترا   کشود کار کجا پاے بند بند ترا
نبود آنچہ بہ تقدیرِ خسرو و جمشید   میسّرست ز لطفِ تو مستمندِ ترا
ہزار بوعلی و صد ہزار جالینوس   علاج می نتوانند دردمندِ ترا
مرا ز دامنِ پاکِ تو بوسہ ہوس ست   مجال نیست کہ بوسم نقاب بندِ ترا
سوارہ می گزری از سرِ مزارِ غریب   بیا بیا کہ ببوسم سُمِ سمندِ ترا
کمالِ بدر فقط یک شب ست در ہر ماہ   کند مقابلہ کے روے دلپسندِ ترا
مرا بعتبہ عالیت جبہہ سائی بس   خیالِ من نہ رسد جوشنِ بلندِ ترا
منم کہ نقشِ وفاے تو مہرِ جانِ منست   بدیگرے ہوسے نیست نقشبندِ ترا
اشارۂ بشفا بوعلی کند حاشا   بہ حلِّ عقد۔ اسیرِ خمِ کمندِ ترا
اگر تو پند کنی واعظا ز رحم بدوست   بہ جاں نثار شوم پندِ ارجمندِ ترا

؂ ملاحظہ شدہ است سنجر طرانی

ملاحظہ شدہ است
نجم الغنی

سرِ نیاز مزمّل خم ست بر درِ تو
سر ست ناز بہ قسمت نیاز مندِ ترا

(۴)
بہانہ ایست حدیثم خیالِ جنگ ترا   ترانہ ایست ہجایم ربابِ و چنگِ ترا
نشانہ ایست دل زارِ من خدنگ ترا   نشیمن ست تنِ خوارِ من پرِ ناگِ ترا
رقیب خو گرِ راحت، منم بلا کشِ رنج   ازیں گزیدہ ام از آشتیت جنگ ترا
ہزار گل بچمن بشگفد بدعوئے حسن   ولے گہے نرسد آبِ روئے و رنگِ ترا
ہزار غنچہ دل تنگ پیچ و تاب خورد   حریف کے شود آخر دہانِ تنگِ ترا
تراست چہرہ ہمچوں پری معاذ اللہ   پری چگونہ رسد فر و ہوش و ہنگِ ترا
گلِ فرنگ بداں آب و تاب و خوبی و رنگ   فسردہ گشتے اگر دیدے آب و رنگِ ترا
نعوذ باللہ اگر پا نہم بدر گہِ تو   جبینِ خویش نہم آستانہ سنگِ ترا
بیا بیا کہ مرا جاں بلب رسید ز ہجر   دلم گہے نہ پسندد دگر درنگِ ترا

مزمّلا تو جہولی و قافیہ تنگ ست
غنی گہے نستاید حدیثِ لنگِ ترا

مجال نیست کہ پا در نہم بہ محفل تو ۔ این مصرع اصلاح خود ست کہ حالا بخیال آمد ۔ ۲۰ر اکتوبر سنہ ۱۶ء

گلِ فرنگ بصد خوبی و لطافت و رنگ ؛ نعوذ باللہ کہ ماند رخ فرنگ ترا ۔ ۲۰ر اکتوبر سنہ ۱۶ء
بعد چند سال از ترتیب اصل غزل این شعر بوقت خواب بخاطر گزشت صبح بر اینجا درج کردہ شد و امروز
بہ اثنائے سیر چمن گلِ فرنگ را دیدہ بودم شب بخیال ماندہ بود تا کہ شعر سابق یاد آمد باز اصلاح بخیال گزشت۔

صلا گفتم بہ شغلِ شعر گفتن خوش بیاناں را (۵) خریدستم بہ نقدِ جاں متاعِ نکتہ داناں را
اگر تسخیر می خواہی مسخر کن دلِ عالم   سزد تسخیرِ ملکِ دل بلے شیریں زباناں را
صبا در بزمِ وصلِ خوش نصیباں رو وزیدن کن   مکن ناخوش دل غمدیدۂ آشفتہ جاناں را
ز لوحِ مصحفِ رخسار مہرویاں سبق خواندم   سزد تعظیم آرے زمرۂ قرآن خواناں را
خریدارِ دُرِ دنداں و لعلِ لب نمی خواہد   متاع کاسد بے حاصل بازارگاناں را
بہ پیری ہر چہ می خواہی بکن معذور دارندت   عذابِ وعظ و پند و منع باشد نوجواناں را

مزمّل از پسندِ خاطرِ احباب شاعر شد
دُرِ معنی نثار آمد بہ گیتی قدر داناں را

بتاریخ ۲۳ و ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء گفتہ شد

(۶)

اے دلِ پُرخوں الالاے دیدۂ غمناکِ ما   شو کباب و ریز آبِ حسرتے بر خاکِ ما
اے صبا گر بگزری از عتبۂ بالاے دوست   عرض کن در حضرتش ایں حالتِ غمناکِ ما
قتل کردی عالمے بسمل نمودی کشورے   تا کجا ایں قتل و غارت۔ رحم۔ اے سفّاکِ ما
بخیہ بر چاکِ گریباں ناصحا مشکل نبود   از چہ ناکردی رفوِ ایں سینۂ صد چاکِ ما
در ہواے وصلِ آں بیداد گر باشد رقیب   ہاں مگر غافل بود از آہِ آتشناکِ ما
سر بہ پاے او نہادن کے مرا گردد نصیب   ہاں مگر بادِ صبا روزے رساند خاکِ ما

بذلہ سنجی از مزمّل العجب ثم العجب
نیست ایں جز جلوۂ فیضِ خداے پاکِ ما

بملاحظہ سینہ [illegible]
سنجر طہرانی

(۷)

مست و بے خود از درِ میخانہ می آئیم ما   از تصنّع و ز ریا بیگانہ می آئیم ما
لذّتِ عشقِ حقیقی از سرِ ما ہوش بُرد   در خیالِ زاہداں دیوانہ می آئیم ما
شمعِ رخسارِ پری رویاں ہلاکم کردہ است   آرے آرے فی المثل پروانہ می آئیم ما
لعل و گوہر گر نباشد در کفِ ما گو مباش   عاشقِ لعلِ لبِ جانانہ می آئیم ما
زاہداں ہشیار باشید از سر و دستارِ خویش   از درِ پیرِ مغاں مستانہ می آئیم ما
گو نماز و روزہ و تسبیح خوش آید مرا   چوں ز مسجد پاکشم رندانہ می آئیم ما
بوالہوسہا در خیالِ خویش گو عیبم کنند   در نگاہِ عاقلاں فرزانہ می آئیم ما
دوستداری با حبیبِ پاکِ حمانم خوش است   مست و لا یعقل ازیں خمخانہ می آئیم ما
دوستانِ ما ز نطقِ ما پر از وجد و سرور   پہلوے حسّاد را دندانہ می آئیم ما
حاش للّٰہ فخرِ من باشد ز شعر و شاعری   در صفِ ہیجا اگر شیرانہ می آئیم ما
۱۰ فیضِ استادے چو سنجر تا کہ با ما ہمدم است   ہاں بہ بزمِ شعر بیباکانہ می آئیم ما

اے مزمّل بر گلیمِ کہنہ فخر ار رواست
کز لباسِ عاریت بیگانہ می آئیم ما

ہاوش
می کند

ردیفہ شدہ است
سنجر

مولانا حبیب الرحمن خاں
شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر)

فیضِ استادِ ازل البتہ [illegible] (

(۸)

دوستاں گوش بآواز پریشانیے را — ہمدماں یک نگہ لطف پشیمانی را
بشنوم کاش یکے حرف تسلا ز کسے — فاش تر گفتہ ام ایں دردِ نہانی را
شکوہ ام نیست ز قسمت نہ گلہ از احباب ق — نہ شکایت ز عدو و عرض نہ سلطانی را
شکوہ از کردۂ خود دارم و دانم کہ علاج — نیست جز مرگ ستم دیدۂ ہجرانی را
کاش گر مرگ علاج دلِ محزوں بودے — بردمے بار ز منت دم ثعبانی را
سوزِ ہجراں کہ درونِ منِ مسکیں سوزد — در لحد خاک نماید تنِ بے جانی را
قصۂ نار ولا العار له نہ بودے بجہاں — گر زباں داشتمے سینۂ نورانی را
خواری و زاری و رسوائی و جاں کاویِ مرگ — ہمہ بہتر ز غمِ فرقتِ او جانی را
سوختم خاک شدم خاک مرا بادِ فنا — بُرد و ز نیست نشاں ہیچ بیابانی را
زاں بسنگِ درِ تو می زنم و می شکنم — کہ جز ایں نیست مداوا سرِ حیرانی را
شاعری می لٹ نتواں عیب مرا پوشیدن — لعل بخشد نہ لباسے تنِ عریانی را
خوب شد عشق غرورِ منِ سرکش بشکست — غرقِ فرعون سزد موسیِ عمرانی را
شعرِ من کاش کلیم سخن آرا دیدی — تا نثارِ سرِ من داشتے ایرانی را

اے مزمل مزن از حسرت و حرماں حرفی
تا نہ آزردہ کنی خاطرِ مہمانی را

در خطہ شدہ است
شیخ طہرانی

(۹)

تا فروغِ خانہ ام شد روے رخشانِ شما — ہست سوزِ سینہ ام شمعِ شبستانِ شما
دیدۂ بے نور بینائی ندارد در جہاں — رفت نور از دیدہ ام بے روئے تابانِ شما
لذتے دارد پشیمانی و حیرانی عشق — راحتے از کس نجوید ایں پشیمانِ شما
گوہرِ خوش آب خود از قطرہ آبے بیش نیست — آبروے آب و تاب از دُرِّ دندانِ شما
گو پریشانم ز ہجراں لیک شاد از یادِ تو — یافت خوش جمعیتِ خاطر پریشانِ شما
نشترِ فصّاد ہرگز بر رگِ جانے نہ کرد — آنچہ جانِ من خلش دارد ز مژگانِ شما

لٹ عیب مرا کے بتواند پوشید

له عرب می گوید کہ در نار افتادن بہ کہ در عار یعنی احسان بردن یا کار شرمناک کردن — مرتب

ما گرفتارِ خمِ زلفِ سیہ ہستیم و بس   می تپد دل ہر دمے در سنبلستانِ شما
منّت ایزد را کہ با این تابش و نور و فروغ   باغِ رضواں رشک دارد بر گلستانِ شما
نغمۂ بلبل نباشد جز ز فیضِ عشقِ گُل
شد مزمّل نغمہ سنج امّا ز فیضانِ شما

دوشینہ گشت زیبِ لبِ بامِ ماہِ ما (۹)   آخر ثمر دمید ز اشجارِ آہِ ما
شوخی و عشوہ و ناز و کرشمہ سپاہِ اوست   آہ و فغان و گریہ و زاری سپاہِ ما
از روزگار قطعِ تعلّق نمودہ ایم   بس روی و موے دوست سفید و سیاہِ ما
آن جلوہ ہاے دلبر و دلکش گناہِ کیست   گیرم کہ لافِ عشقِ تو باشد گناہِ ما
عریانیم زمالِ جہاں بے نیاز کرد   محتاجِ تاج نیست سرِ بے کلاہِ ما
تسبیحِ ماست رشتۂ زلفِ سیاہِ تو   ابروے تست سجدہ گہِ خانقاہِ ما
بیمار و خستہ را تو مسیحاے کاملی   للّٰہ داروئے پئے حالِ تباہِ ما
از نقشِ پاے دوست بیابیم دوست را   نبود بغیر لطفِ خدا زادِ راہِ ما
مزمّلا ز درد و الم کس خبر نشد
ہر کس بر غمِ خویش بود خیر خواہِ ما

بمن در راہِ عشقش سخت افتادہ است مشکلہا (۱۰)   چہ محملہا چہ منزلہا چہ کشتیہا چہ ساحلہا
ز حالِ زارِ عاشقہا[1] شنیدن گر ہوس داری   بطرفِ گلشنے بنشین و بشنو از عنادلہا
طراز طرز و طورِ محمل از لیلی نشاں دارد   وگرنہ روز و شب بر ناقہا آرند محملہا
ز بندِ ماسوا بگسستم و با دوست پیوستم   تعالی اللہ عجب شغلے گزیدم از مشاغلہا
گلِ آدم فقط دارد فروغ و نورِ جان و دل   وگرنہ از ازل اندودہ شد بس آب در گلہا

---

[1] ز لطفِ ساربان باشد کہ محبوب مرا آرد

چو دست یار بر گردن در آید دل برافروزد   چہ سود از سلک مروارید سازند از حمایلہا
دریغا سالہا سرگشتہ می گردم بہر وادی   ہنوزم تا درِ دلدار باقی ماند منزلہا
چگونہ می توانم بر شمارم ظلمہایش را   نہ من تابِ بیاں دارم نہ تابِ ضبطِ دردلہا
زفیضِ سنجر ست ایں شعرہائے نغزِ مزمّل
وگرنہ من کجا و ذکرِ من نقلِ محافلہا

دریغا عمر من شد صرف در بخت آزمائیہا (۱۱) مگر حاصل نہ شد غیر از ہجومِ نارسائیہا
برندیہا مکن عیبِ منِ سرگشتہ اے زاہد   کہ عمرے نیز بودم من بخبطِ پارسائیہا
فغاں کایں ابلہانِ بے خبر از عشق و تاثیرش   بمن طعن و ملامت می کنند از ناروائیہا
بہ زاہد بیں کہ خود را ناخدائے قوم می خواند   معاذاللہ خدائی می کند در ناخدائیہا
بنازم ربط و ضبطِ خویش را با حضرتِ حسرت[۵]   زمن طبع آزمائیہا ازو عزت فزائیہا
خدا را رحمت فرما یکے دیدارِ خود بنما   کہ تنگ آمد دلم از رنج و آلام جدائیہا
مزمّل مست استغنائے خود باشد کہ می دارد
زنظم و نثر گنجے شائیگاں در بینوائیہا

اے کہ مہِ روے تو در آفتاب (۱۲) رشک دہِ چہرۂ صد آفتاب
آفتِ جاں چشمِ شرر زائے تو   راحتِ جاں گر نبود در عتاب
قامتِ تو غیرتِ سروِ سہی   از نگہت برق بصد اضطراب
لعل زلعلِ لبت از غصہ خوں   از درِ دندانِ تو گوہر بہ آب
زلفِ پریشانِ تو بر روئے تو   لکۂ ابر آمدہ بر ماہتاب
از پسِ صد پردہ کنی دار و گیر   عظمت اللہ چو شوی بے حجاب

---

[۵] حسرت شروانی یعنی مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں (نواب صدر یار جنگ)
مرتّب

[illegible]

حسن تو اے غیرتِ حور و پری — ساختہ در ہر دو جہاں انقلاب
فتنۂ دین و دل و ایماں شدہ است — حسنِ بلاخیزِ تو اندر شباب
مارِ سیہ منفعل از زلفِ تو — تا چہ کند گر نخورد پیچ و تاب
ماہِ دو ہفتہ خجل از عارضت — مہر نہفتہ رخِ خود در سحاب
رحم بہ مزمّلِ بے چارہ کن
چند پسندی دلِ من در عذاب

۲۵ [illegible] ۱۹۱۸ء

(۸) نگہِ یار کجا برقِ شرربار کجاست (۱۳) چشمِ عیار کجا نرگسِ بیمار کجاست
شکوۂ یار کجا طعنۂ اغیار کجاست — گل کجا، خار کجا، نور کجا، نار کجاست
از رہِ مدرسہ و مکتب و مسجد بگذار — سخن از ماست بگو خانۂ خمار کجاست
از گرانخوابیِ بخت آمدہ ام سخت بجاں — دوستاں بہرِ خدا طالعِ بیدار کجاست
مسجد و مدرسہ و صومعہا گردیدم — ہر کجا بے خبرانند خبردار کجاست
بہ مشامم نخورد بوئے گلاب و عنبر — بوئے دلدار کجا، طبلۂ عطار کجاست
جادۂ عشق عیان ست و رہِ زہد نہاں — تارِ تسبیح کجا رشتۂ زنار کجاست
سخنِ حق کہ بود باقی و دیگر معدوم — سرِ منصور کجا ہست و سرِ دار کجاست
تلخیِ ہجر نسازد بمن اے مزمّل
باعثِ فرحتِ دل شربتِ دیدار کجاست

[illegible]

بہ دامِ گیسوئے زلفِ کجت دلم بند ست (۱۴) ۴ خلاصِ کار ندانستہ ام کہ تا چند ست
بیا کہ بے تو بجانِ من آتش افتادہ است — جگر بتابش و دل در تپش نفس بند ست
ز شربتِ لبِ نوشینِ یار کن تجویز — طبیبِ گول چہ سودائے شربت و قند ست
علاجِ من مکن از آفتاب رس گلقند — کہ عارض و لبِ جانانِ من گل و قند ست
بیا بہ حلقۂ رندان و وعظِ من زاہد — کہ ہر کلام ز عشق ست و ہر سخن پند ست

به بزمِ پیرِ خراباتِ ما تماشا کن   که هر مغے ز ارسطو به عقل مانندست
ز هجرِ یار به من کارِ صعب افتاده است   بوصلِ دوست دلم سخت آرزومندست
ز صدمهٔ تبِ فرقت تنم چو خار شده است   مرا بموے میانِ حبیب سوگندست
ز شرمسارئ عصیاں شدم چو پرّ کاه   به پشت بارِ گناہم چو کوهِ الوندست
بترسِ دوزخ و بیمِ سقر مشو دل تنگ   دلت ز حبّ شفیع الوریٰ چو خورسندست

مزمّل از تو گنه کردن ۔ از خدا بخشش
که بنده بنده و آخر خدا خداوندست

ملاحظه شده درست
منجم طهرانی

(۱۵)

بوادیِ که درو میّتِ گدا خفته است   هزار همچو سکندر برهنه پا خفته است
ز خفتگانِ اجل کس خبر نمی آرد   گدا چگونه و چوں مرد بادشا خفته است
زمانه در پئے آزار و من ز خود غافل   عجب که غیر خبردار و آشنا خفته است
دلِ من ست که غافل بود ز کیدِ رقیب   نه غافل ست فقط خفته است تا خفته است
چناں فتاده دل از فرطِ خستگی بدرش   چساں شناخته گردد که مرده یا خفته است
بیا به میکده و فیضِ مے تماشا کن   هزار همچو فلاطوں خُمِ آشنا خفته است
به حسنِ قسمتِ قسّام بیں که شحنهٔ بخت   بقسمتِ همه بیدار و بهرِ ما خفته است
نگاهِ گرمِ تماشا و دل به فکرِ وصال   چو مست وقتِ تگاپو و پارسا خفته است

کنید صبر و نه محشر بپا کنید کمی
مزمّل اللهِ رنجور حالیا خفته است

ملاحظه شده درست
منجم طهرانی

(۱۶)

عکسے از گلگونه اش اندر شراب افتاده است   ماه را منزل قرینِ آفتاب افتاده است
طوقِ خودداری به گردن در شباب افتاده است   آتشے ما نم که بر دریائے آب افتاده است
از تب و تابے که اندر سینه می دارم نهاں   جاں پریشان ست و مرغِ دل کباب افتاده است
چرخ را گوئید هاں بر بدرِ خود دیگر مناز   از رخِ دلدارِ من امشب نقاب افتاده است

از شعاعِ گیتی افروزِ جہاں سوزِ رخش　　آتشے اندر دلِ ہر شیخ و شاب افتادہ است
المدد اے ہمنشیناں کز ہجومِ اشتیاق　　جانِ من در ورطۂ صد انقلاب افتادہ است
در مسلسل طرّۂ پرتابِ خم اندر خمش　　ناگہاں دل در شکنجِ پیچ و تاب افتادہ است
شعر گفتن گرچہ آسان ست امّا مشکل ست　　ہر کرا کش باز میندارے حساب افتادہ است
نقدِ زر سنجر رباید نقدِ دل آں سیمبر　　کیست کاندر دہر چوں من کامیاب افتادہ است

ب خانۂ مزمّلِ مسکیں خراب افتادہ است

دوش فیضی با مزمّل گفت در ہنگامِ خواب
ثاقب از شوخی بما در احتساب افتادہ است

ہرچند نالہ ام ز دلِ آسماں گزشت (۱۷) امّا بگوشِ یار نہ شطرے ازاں گزشت
ہمدم دہد صلاح و مداوا کند طبیب　　لیکن چہ سود کارِ من از این و آں گزشت
در شوقِ پاے بوس شدم خاکِ راہِ دوست　　واحسرتا ز راہِ دگر کارواں گزشت
حالا دلست و حسرت و ارمان و درد و رنج　　ہنگامِ عیش و عشرت و نام و نشاں گزشت
در رہ گزارِ او شدم از بہرِ عرضِ حال　　قسمت نگر کہ برقِ تجلّے ز جاں گزشت
مزمّلا زمانہ شناس و خموش باش
عہدِ شباب و شورش و تاب و تواں گزشت

طرح ایں غزل مطلع حضرت[لہ] مولانا عبدالغنی خاں صاحب ست مدظلال فیوضہم

لہ ملاحظہ طلب نشان لہ
بر صفحۂ آیندہ
در متن

مطلع مولانا ممدوح ؎

عید آمد روزہ شد سالِ رواں در گردش ست
ساقیا مے دہ کہ حالِ مےکشاں در گردش ست

فقیر عرض میکند ؎

با سحابِ تندخو برقِ دماں در گردش ست (۱۸) محتسب حیران و جامِ میکشاں در گردش ست

وقتِ فرصت آں و برچیں میوۂ حسنِ عمل — غافل از حرماں مشو تا آسماں در گردش است
گہ نظر بر ماست او را گہ کرم بر حالِ غیر — آرے آرے حق بود مہرِ بتاں در گردش است
من نہ تنہا تابعِ فرمانِ آں عاشق کُشم — پیشِ حکمش ہر سواے راعناں در گردش است
صورتش در چشمِ من قائم دلِ من مضطرب — میہماں عزلت گزین و میزباں در گردش است
شہرۂ حسنِ ملیح و قصۂ سوداے عشق — ہمچو فتواے جنابِ مفتیاں در گردش است
دوش بے نیلِ مرام آمد رقیبِ تشنہ کام — اے تعالی اللہ نصیبِ دشمناں در گردش است
از شعاعِ حسنِ او گر رنگ گردانم چہ عیب — کز فروغِ مہر رنگِ زعفراں در گردش است
حسن و اخلاصِ عمل حاشا بود تسبیحِ شیخ — بہرِ وصلِ حور بس او را بناں در گردش است
نطقِ من بر من بلا آورد و اندر قالبم — در قفس چوں بلبلِ شیریں بیاں در گردش است
اعتذارِ بلبلِ گویا پذیرو قفس را — گر سکوں خواہد بدہ۔ بیچارہ جاں در گردش است
دیدہ ام تا شعرہاے مولوی عبد الغنی[1] — از ثنائش در دہانِ من زباں در گردش است
از خطایم در گزر اندر عطاے خویش باش — من گدا و تو غنی پاے خساں در گردش است
در ثناے حضرتِ سبحانِ حیِّ لایموت — سبحۂ قدوسیانِ آسماں در گردش است
گردشِ اجرام و اجسام و زمین و آسماں — حکمِ یزداں است کز وے این و آں در گردش است

گر ثنا خواہی ز مُلّا شعر در ایراں ببر
زانکہ نیک می دانی کہ حالِ ہندیاں در گردش است

---

[1] حضرت مولانا عبد الغنی خاں مرحوم المتخلص بہ غنی از عظماے ذی وجوہ قصبہ قائم گنج ضلع فرخ آباد و اجلّ تلامذۂ والدین حضرت مفتی لطف اللہ علیہ الرحمہ استاذ نواب صدر یار جنگ بہادر و والد جناب نفیس دلہن صاحبہ در دانہ۔ علاوہ تبحر در علوم معقول و منقول از ادب و شاعری عربی و فارسی ہم حظے وافر روزی داشتند کتبِ عدیدہ خاصہ ارمغانِ آصفی بر وسعتِ نظر و دقتِ فکر و ذوقِ سلیم او شاہدِ عدل است

مرتّب

عراق و شهرِ صفاهاں حبیبِ له گنجِ من ست   (۱۹) که مسکن و وطنِ یارِ نکته سنج من ست
مرا به نشّه و مستی هوس بود حاشا   خیالِ دوست که تریاک و باده بنجِ من ست
مرا به گنجِ گهرِ هیچ احتیاجے نیست   معانی و لغت و نظم و نثر گنجِ من ست
به جرح و قدحِ معانی و لفظ مصروفم   همیں دو گنجفه و نرد و شطّ رنجِ من ست
گله ز صحبتِ نافهم و شکوهٔ نا اهل   بجانِ دوست که بس ایں دو لال و غنجِ من ست
بلے بلے نعم و لا ز دُرجِ لعلِ لبش   اگر غلط نه کنم شادی ست و رنجِ من ست
بود تملّقِ کم مایگاں عذابِ الیم   غلط تفاخرِ نو دولتاں شکنجِ من ست
همیشه در شش و پنجم زبیم روزِ جزا   مگر پناهِ من آں کو ز چار و پنج من ست
دمے به یار نشینم نه رنجد از من کس   همیں قدر هوسِ خاطرِ مرنجِ من ست
بگوشهٔ چو نشینم انیس و مونسِ من   ز ملّا بنگر طبع بذله سنجِ من ست

عذرا گنذر که نه بجاز کرے زمین یهاں

ا خط شده بیت نسخه بهرانی

له مسقط راس نواب صدر یار جنگ بهادر و مصر و مخزن گنج شائگان کتاب خانه مشهور عالم است

این غزل بر طرح حضرت مولانا محمد عبد الغنی خاں صاحب قبله مدظله العالی
بتاریخ ۱۸ مئی سنه ۱۹۰۱ء وقت سه پهر بمقام بهیکم پور گفته شد
شعر طرح فرموده مولوی صاحب مخدوم ؎

همچو گیسویت شب دیجور میدانم که نیست   همچو رویت مهر و مه را نور میدانم که نیست

بنده عرض می کند ؎

نکته سنجے همچو من مشهور میدانم که نیست   (۲۰) زیں چنیں شهرت دلم مسرور میدانم که نیست
چشمِ فتّانِ ترا سحّار میدانم که هست   لیک چوں من دیگرے مسحور میدانم که نیست
دار را معراج می گویند عاشق مشرباں   هر هوسناکے مگر منصور میدانم که نیست
معنی القلب یهدی تا شنیدستم ز دوست   ایں دلِ خود از دلِ او دور میدانم که نیست

ہر زمانے گوشِ من پُر باشد از الطافِ غیب
حاجتش با چنگ و با تنبور میدانم کہ نیست
حکمِ لامذہب قُمِ عیسیٰ نباشد فی المثل
ہر نہیقِ خر صدائے صور میدانم کہ نیست
بہرِ تسکیں از لبِ لعلت شفاعت خواستم
ورنہ دیوانِ ترا دستور میدانم کہ نیست
مدعی حاشا کہ داند راہ و رسمِ عاشقی
زاہدے چوں بلعم باعور میدانم کہ نیست
ہر کمالے را زوالے عاقلاں خوش گفتہ اند
خارج از ایں زاہدِ مغرور میدانم کہ نیست
پیشِ دشمن خم نباشم زاں کہ از تاثیرِ جار
ہیچ غیرِ منصرف مجرور میدانم کہ نیست
بہرِ ایذائے منِ دل خستہ خواہی غیر را
ورنہ آں بیچارہ ات منظور میدانم کہ نیست
از کمالِ یاس بر ہر کس تمسک جستہ ام
گرچہ ہر برگِ گیا ساطور میدانم کہ نیست
حالِ زارِ خویشتن گویم پیشِ علّامُ الغیوب
جزو و کل بر خاطرش مستور میدانم کہ نیست
سوزِ جان و سینہ را تنّور گفتم فی المثل
ورنہ مثلِ سینہ ام تنّور میدانم کہ نیست
منکرِ اسلام را فی النّار میدانم کہ ہست
بہتر از شرعِ محمدؐ نور میدانم کہ نیست
عذرِ تقصیر و خطا پیشِ تو آوردن خطاست
زانکہ بخشش از بتاں دستور میدانم کہ نیست
شعر گفتم ز امتثالِ امرِ مولانا حبیب
ورنہ زینگونہ مرا مقدور میدانم کہ نیست
فیضِ رحماں ست کارم ہمچو اشعارِ بلیغ
ورنہ چوں شیر از بھکم پور میدانم کہ نیست
جاں فدائے حضرتے کو را مزمّل خواند حق
ہر گلیمے در قرآں مذکور میدانم کہ نیست

ناکسانِ دہر را ناچار می گویم سلام
انگبیں در خانۂ زنبور میدانم کہ نیست

ملاحظہ شد درست
[illegible]

مرا بہ ملکِ جہاں ہیچ دوستدارے نیست (۲۱) بہر کہ شکوۂ یارے کنم کہ یارے نیست
شنیدہ ایم بسے داستانِ مہر و وفا
مگر بہیچ کسے ہیچ اعتبارے نیست
چناں شدہ است بہ من تنگ عرصۂ گیتی
ہوائے مردنم اندر سرست و دارے نیست
نعوذ باللہ گر از مے دہن بیالایم
کہ نشّہ لایقِ دردِ سر و خمارے نیست

بہ پا خلیدنِ خارم ز دردِ دل ہوس ست　　بوادیے است عبورم کہ نوکِ خارے نیست
تمام عمر بہ فکرِ تلاشِ یار گزشت　　ولے ہنوز بفتراکِ من شکارے نیست
بوادیے کہ منِ خستہ تشنہ لب باشم　　ز قطرۂ اثرے در بجوے بارے نیست
غنودہ یا کہ بخوابم و یا کہ بہوشم　　چو روزگارِ من القصّہ روزگارے نیست
ز رنج و درد کنم نالہ کس نمی شنود　　مگر بخلق جہاں گوش و گوشوارے نیست
بہ ملکِ ہند کس از کس خبر نمے دارد　　دگر مگوے ہوا ز ملکِ من و یارے نیست
فقط بہ گوشِ من آواز می رسد از دور　　صدائے سنجرِ غمدیدہ کہ یارے نیست
ز نارسائی من بیں کہ من باو نہ رسم　　ز پایِ او بنگر کش بہ من گزارے نیست
چہ خوش بود کہ من و سنجرِ سخن آرا　　شویم یار درایں دم کہ غمگسارے نیست
مرا گہ نہ بود از عذابِ تنہائی　　کہ بہ ز حضرتِ ایشاں صلاح کارے نیست
ز بختِ بد چہ بود شکوہاے سنجر زند　　کہ زر بدستِ من ست و گنج مارے نیست

مزمّلؔ بجوابِ غزل سرای دوست
غزل بخوان و زر افشاں کہ گیر و دارے نیست

[illegible]

اگر یار حرفے بہ لا می زند　　(۲۳) نہ لا بلکہ تیغِ بلا می زند
سرم بشکند تیر بر من زند　　نگویم کہ آخر چرا می زند
اگر سرزنش کرد و گر گفت بد　　نگویم سخن ناروا می زند
غلط کردہ بر من نگہ افگند　　ندانستہ تیر از خطا می زند
مخاطب بغیر ست و شکوہ ز من　　سخن خیرہ بر گوشِ ما می زند
دلِ من ز دنیا ندارد ہوس　　بریں پُر دغل پشتِ پا می زند
شدہ نوشِ من نیش در کامِ غیر　　ہماں نیش بر جانِ ما می زند

منہ گوش بر عو عوِ نکتہ چیں   کہ مہ تا بدو سگ صدا می زند
سخن فہم از شعرم آید بوجد   سخن نارسے طعنہا می زند
دہانِ سخن چیں بگیری اگر   نماند سخن از قفا می زند

مزمّل بہ حلمِ قصائص سپار
کہ او میزند بر ملا می زند

ملاحظہ شدہ است
سنجر طہرانی

نامۂ منظوم

(۲۳)

نظمے کہ از نظام سخن باخبر بود   بادِ صبا ترا بدرش گر گزر بود
از من باو سلام رساں بعدِ اشتیاق   شوقے کہ از قیاس و گماں بیشتر بود
زیں پس بطرزِ دلکش و آئینِ دل فریب   حالم بگو چناں کہ بیاں مختصر بود
مزمّلِ حزیں ست نہ در خوردِ تہنیت   قلبش ہزار پارہ و خاکش بہ سر بود
بخشد خدا طفیلِ محمدؐ گناہِ او
در جنتش وصالِ بہ لختِ جگر بود[۱]

---

(۲۴)

نے ہمچو خوئیت بوئے ہرگز بہ گلاب اندر   کے تاب چو دندانت در دُرِّ خوشاب اندر
صد حقّۂ عنبر بمشامم نہ رسانند   بوئے کہ بکوئے تو باشد بہ تراب اندر
گر جلوۂ حسنِ تو بیند بگہِ مستی   در شیخ شود پیدا شورے کہ بشاب اندر
گر پرتوِ لطفِ تو بر پرِّ مگس اُفتد   شہپر زند از قدرت در چشمِ عقاب اندر
للہ خلاصم کن و از ہجر نجاتم دہ   خوشنودیِ یزدان ست در عتقِ رقاب اندر
گر بوسہ ز لعلِ لب معشوق مرا بخشد   زیباست زکوٰۃِ حسن در حدِّ نصاب اندر
از گفتۂ من دشمن باشد بہ تب و تابے   چوں میّتِ زندیقے افتد بعذاب اندر

٦ [illegible]

---

[۱] لہ اغلب کہ این نظم در جواب تہنیت نامہ خطاب نائٹ ہڈ ہست و اشارۃ در نامۂ مذکور بحادثۂ فاجعہ جوانا مرگی پسر دو ہمین نواب صاحب رفتہ باشد   مرتب

ترسم نہ شود صرفِ اشعارِ طرب افزا   صد نکتہ کہ می دارم در رائے صواب اندر
سرشارم و ہشیارم - چوں صوفی سرِ حلقہ   با کارم و بے کارم چوں چشم بخواب اندر
صد قافیہ می دارند زیں رو غنی و حسرت   تا من چہ زنم حرفے حالا بہ جواب اندر
بیچارہ مزمّل را ارشادِ غنی دارد
در فکرِ غزل گفتن چوں پا برکاب اندر

[illegible] نجیب رازی

---

(۲۵)

ز

گیسوئے دلبرِ من مشک فشان ست ہنوز   اندریں سلسلہ صد بستہ نہان ست ہنوز
دل گرفتارِ خمِ زلف بتان ست ہنوز   واں دراں سلسلہ دیوانہ ہمان ست ہنوز
مردم از کش مکشِ ہجر بہ تحقیق مگر   دل بامید وصالِ تو تپان ست ہنوز
استخوانم سگِ تو خاید و زاں خرسندم   کہ ز من بر درِ تو نام و نشان ست ہنوز
من ہم خرسند
جگرم سوخت مگر مہرِ تو در دل باقی ست   خاک شد دیدہ و لیکن نگران ست ہنوز
کشتۂ عشق شدن عینِ حیاتِ ابدی است   قصۂ لیلی و مجنوں بہ جہان ست ہنوز
پا مکش از سرِ نعشِ منِ مسکیں قاتل   کہ بجاناں نگراں دیدۂ جان ست ہنوز
ز پئے قتلِ منت حاجتِ تشہیر چہ بود   کہ سگِ کوے توام پاے کشان ست ہنوز
سالہا شد کہ مرا بال و پرِ ولولہ ریخت   لیک بہ یادِ تو دل را طیران ست ہنوز
یک نگاہت بدلِ مردۂ من جاں بخشد   للہ الحمد کہ ام بخت جوان ست ہنوز
کعبہ ہا گشتہ ام و صومعہ ہا گردیدم   دلِ من شیفتۂ پیرِ مغان ست ہنوز
بمزمّل چہ فرستاد غزل فرخندہ
تا چہا کرد کہ مسکیں بہ فغان ست ہنوز

ل

بیا بشنو ز من افسانۂ دل   (۲۶) بچش یک جرعہ از خمخانۂ دل

دلِ من اے کہ عرشِ ذوالجلالی   بیا را از صفا کاشانۂ دل
نگہدار احترامِ قلبِ[1] مومن   حریمِ کعبہ باشد خانۂ دل
بہ راہِ پیچ در پیچِ صعوبات   بود ہادیِ من فرزانۂ دل
شود آساں ہزاراں کارِ دشوار   بہ سعیِ ہمّتِ مردانۂ دل
بیفتد تفرقہ در جمعِ اعدا   زپا مردیِ بے باکانۂ دل
ہزاراں آتشِ حسّادِ بدخواہ   بمیرد پیشِ یک خس خانۂ دل
بسوزاند دلِ اعدائے بدبخت   شرار و جوششِ آتش خانۂ دل
دلِ من راز دان و راز جوئے ست   ہمہ دان ست ایں دیوانۂ دل
مزمّل چند چوں سنجر بخوانی
بہ حسرت[2] نالۂ مستانۂ دل

(۲۷)
گرچہ من پیر و نحیف و ناتوان و خستہ ام   دل نشیں باشد ولے ہر مصرعۂ برجستہ ام
فیض یابم از دبستانِ کمالِ سنجری   ہست افسوں در کلامِ شستہ و شائستہ ام   م
از گلستانِ مضامینم شود تازہ مشام   در نگاہِ قدردانانِ سخن گلدستہ ام
بارِ عصیاں بر سرست و قلبِ بریاں در بغل   یا الٰہی رحم فرما بر وجودِ خستہ ام
از تہی دستی نباشد شکوۂ ہرگز مرا
نقشِ مزمّل بہ بازو از ارادت بستہ ام

(۲۸)
شمارِ شوق ندانم حساب را چہ کنم   دماغِ بحث ندارم کتاب را چہ کنم
بوقتِ ہجرِ تو عہدِ شباب را چہ کنم   بروزِ وصل ندانم حجاب را چہ کنم
بتابِ روئے نکو آفتاب را چہ کنم   ببوئے سنبلِ مو خود گلاب را چہ کنم

---

[1] " قلب المومن عرش اللّٰہ (حدیث نبوی) مرتب

[2] مراد حضرت حسرتؔ شروانی مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں الملقب بہ نواب صدر یار جنگ
مرتب

فغاں که جانِ دلم سوخت عشقِ عشوه گرش
ازاں سپس خرد و خورد و خواب را چه کنم
بمهر و قهر تو کارم فتاده است دگر
ثواب را چه کنم یا عذاب را چه کنم
مرا خلوص به پیرِ مغاں بود ز قدیم
جنابِ شیخ مشیخت مآب را چه کنم
مرادِ من ز لبِ لعل و دُرِّ دندان ست
بگو که پسته و دُرِّ خوشاب را چه کنم
عمل بگفتهٔ ناصح تواں نمود اما
تپیدنِ دلِ خانه خراب را چه کنم
بصد هزار مشقت تواں رسید بدوست
نقاب را چه کنم سدِّ باب را چه کنم

غزل چو حضرت حسرت نمی توانم گفت
مزملا هوسِ انتخاب را چه کنم

ن

تیغِ ابرو بر منِ مسکین نباید آختن
بسته همچون منے را خوش بود نبواختن (۲۹)
آرمیدن می نخواهم من بجنات النعیم
بس همی خواهم که اندر کوئے تو سر باختن
شد گمیتم لنگ و سینه تنگ و عقل و هوش دنگ
دور منزل کار مشکل بے تند نتواں تاختن
می توانم ساختن با زهرِ مار و نیشِ خار
با رقیبِ زشت خو والله نتواں ساختن
با رقیباں مهر ورزد با حبیباں مهر جو
کارِ هر کس نیست آرے آدمی بشناختن
عشق اگر خواهی بدریاے مذلت غوطه زن
ورنه کے زیبد که خود را در بلا انداختن

اے مزمل یا بنی چوں در حریم کوی دوست
بایدت از عقل و هنگ و هوش دل پرداختن

بتاریخ ۲۳ ستمبر در راه علی گڑھ از ساعت

بتاریخ دہم مئی ۱۹۱۰ء یوم عروسی خاکسار بمقام ڈھولنه محمد احمد سعید خاں صاحب رئیس دادوں که ذوق صوفیانه و عقیدت بحضرات چشتیه رحمة الله علیهم دارند طرح ذیل باین حقیر داده فرمائش کردند که اگر چیزے دریں گفته شود خوب است۔ جرأت کردم و

پا از اندازه بیروں نهادم متوکلا علی فضل اللہ العلیم۔

حضرت واقف لاہوری فرماید ؎

صد غنچہ بشگفت الّا دلِ من   اے وا دلِ من صد وا دلِ من

عرض مشود

از دستِ جاناں رسوا دلِ من (۳۰) ؎ غارت دلِ من یغما دلِ من[1]
چیزے کہ جویم یا بم دریں دل   دنیا دلِ من عقبےٰ دلِ من
از خویشتن رست با دوست پیوست   زیرک دلِ من دانا دلِ من[2]
از تارِ زلفش زنّار بستہ   ہندو دلِ من ترسا دلِ من
در بحرِ عشق و در باغِ حسنش   لولو دلِ من لالہ دلِ من
بر روے و موے آں شاہِ خوباں   والہ دلِ من شیدا دلِ من
یاقوت و گوہر باشد بہر سو   معدن دلِ من دریا دلِ من
گر آرزوے وصلِ تو دارد   ہرگز نلاید بیجا دلِ من
از بہر جور و ظلمِ تو باشد   ملجا دلِ من ماوا دلِ من
اندر شعاعِ شمسِ جمالت   صد رنگ آرد حربا دلِ من
وقت نظارہ تا سیر بینم   یارب بماند بر جا دلِ من
بہر نثارِ پاے محمدؐ   اے کاش بودے صدہا دلِ من
یارب[3] دمِ نزع بر مدح احمدؐ   باشوق باشد گویا دلِ من
یک با غنی دادمے یک بہ سنجر   گر کاش بودے جوزا دلِ من
ہست از رحیقِ عرفاں لبالب   ساغر دلِ من مینا دلِ من
در بزمِ قالِ سلطانِ اجمیرؒ   با مرغِ بسمل مانا دلِ من
مغز قلّ آخر تا چند باشد   با یاس و حرماں پویا دلِ من

[1] این مطلع از مطلعِ واقف البته بهتر شد سنجر

[2] بسیار خوب سنجر

[3] یارب که باشد اندر گهِ نزع
در مدحِ احمدؐ گویا دلِ من

از نظر گذشت
سنجر طهرانی

ناله

بجوشن

این دلِ بیچاره روزے ممتحن خواهد شدن (۳۱) از گدازِ ناله شمعِ انجمن خواهد شدن
اے دلِ بیهوده لبن جانت ز تن خواهد شدن جسمت اندر گور آخر مرتهن خواهد شدن
گر بمیری در بیابان رسته از قیدِ وطن بارک الله فارغ از بارِ کفن خواهد شدن
در بیابان ها صبا بر دوش گیرد خاکِ تو بے نیاز از غمزهای گورکن خواهد شدن
فخرِ بیهوده مکن بر زور بازوے قوی این تنِ بالیدنت روزے کهن خواهد شدن
مرگ باشد ناگزیر از دستِ غم آزاد شو خاکها بر فرقِ شیخ و برهمن خواهد شدن
تا بکے باشی بفکرِ اطلس و دیبا و خز فکرِ روزے کن که خاکت پیرهن خواهد شدن

اے مزمّل نعمتِ دنیا نباشد جز فریب
هر تفرّج گاهِ تو بیت الحزن خواهد شدن

ق

ملہ از این رو می کشم آهِ رسا آهسته آهسته (۳۲) نگارِ من شود تا آشنا آهسته آهسته
پیاپے ده لبالب ده بمن ساقی ز جامِ مے که فصلِ گل بکام ست و صبا آهسته آهسته
جوان ستم مکن از شغلِ مے منعم که اے واعظ به پیری می توان شد پارسا آهسته آهسته
بکوے یار شوقم می برد پویا بصد سرعت ادب گوید "الا بگذار پا آهسته آهسته"
خدارا زود آرید آں مسیحا دم طبیبم را که جانم می شود از تن جدا آهسته آهسته
بتِ سنگیں دلم تیرِ نظر از ترکشِ مژگاں کند بر بسملِ جانم رها آهسته آهسته
ز نفرت شوخِ من بگذشت و رغبت را مهیا شد بفضل الله یابم مدعا آهسته آهسته
گهے نخچیر و چوگاں بازد و برق انداز و صحرائی گهے در گلستاں با دلربا آهسته آهسته

مزمّل وقتِ فرصت گاه گاهے شعر می گوید
ترقی می کند فکرِ رسا آهسته آهسته

ملاحظه شد [illegible]

ملہ این غزل را گاه گاهے نواب صاحب مرحوم و مغفور بر تارِ رباب فی دق و هم نشینانِ با شوق می خواند بطورے که آوازِ خود را آهستگی متحمل و جسیم را در رنگِ مجسّم هی نمود و لطفِ سخن را بمدارج می افزود

مرتب

ی

غزل کہ بر طرح مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب حسرتؔ گفتہ شد ۔

اے قدِ تو رشکِ سروِ کشمری (۳۳) سنبل از زلفت بجوید برتری
اے جبینت ماہ، ابرویت ہلال — عارضِ تو رشکِ شمعِ خاوری
بوسۂ خواہم ز نقشِ پاے تو — گر نصیبِ من نماید یاوری
صد ہزاراں عشوہ دارد شوخِ من — یک نباشد زاں بہ کیشِ کافری
استخوانِ من ازیں خواہد گداخت — شورشِ عشقش نباشد سرسری
زاہدا ز پیری ندارد تابِ عشق — "عصمتِ بی بی است از بے چادری"
عشق جاں بخش ست چوں آبِ حیات — اے سکندر تا کجا پے می بری
کیش و آئینے نداند عشقِ دوست — نہ موحّد باشد و نہ نیچری
آں پریشاں می کند ایں جاں دہر — شورِ عشقش خوش ز شورِ محشری
ہوسے بہرِ جنونم خاص نیست — نزدش یکساں ست جن و جنوری
شعر گفتن گوہرِ جاں سفتن ست — ایں نہ تجّاری است نے آہنگری
سخت حیرانم من از اشغالِ خود — کہ زمینداری کنم یا شاعری
منلہ نمی دانم عروض و قافیہ — شعر می گویم بہ از شکر تری
نظمِ من فہمد نہ ہر شوریدہ سر — "قدرِ گوہر خوب داند جوہری"

ایں غزل از حکمِ حسرت گفتہ ام
اے مزمّل گو مفر از چاکری

ملاحظہ شد
نجم طہرانی

لہ ہمچو مولانا نغزم فاعلات

لہ آغاے موصوف ہر شعر ایں غزل را ص فرمودہ خدا داند کہ با غزل طرحی چہ معاملہ کرد۔ بظاہر "الفضل للمتقدم"۔ — مرتب

قصیدہ

(۱)

می سزد امروز گر سر بر فرازم تا سما
یا بنازم بر بفخرِ خویشتن حق را گوا
زیبد ار خود را شمارم کامگار و کامیاب
بر کشم از خوبیِ طالع نوائے جاں فزا
فی المثل خود را اگر گویم کہ من شاعر شدم
بے دلیل البتہ ایں دعویٰ کجا باشد روا
زانکہ دارائے خصائل کردہ تا من مرحمت
زانکہ سرخیلِ افاضل کردہ بر من اعتنا
حضرتِ عبدالغنی خاں فاضلِ عالی مقام
شاعرِ شیوا بیان و صاحبِ علم و ذکا
اوستادِ فیض بخش و فیض بخشِ مہرباں
مہرباں کامراں و کامرانِ با عطا
بر کمالِ او کمالِ علمِ او باشد دلیل
بر کلامِ پاک او علمِ کلامش زد صلا
ذاتِ پاکش را ستائش کے سزد از چوں منے
گنگ را شے می نیارد مدحِ ذاتِ کبریا
مختصر امروز آں حضرت کلامِ خویش را
نزدِ من ارسال فرمودہ باشفاق و ولا
جوششِ احسانش بجانِ ناتوانم در گرفت
دست بردم بر قلم تا شکرِ او سازم ادا
فی البدیہہ شعرہائے چند را آراستم
گرچہ باشد جملگی بے معنی و لغو و خطا
پیشِ استاداں غلط گفتن بلے فخرِ من ست
تا کہ از اصلاحِ شاں گردم بمطلب آشنا
کارہا بسیار و وقتِ تنگ و جانِ بے ہنر
از گلیمِ خویش پا بیروں منہ ہزقلا
با دعائے خواجہ کوشم گوش کن الہامِ قدس
ہاتفِ غیبی بود مصروفِ آمینش و دعا
رحمتِ حق باد بر خواجہ جہاں اندر جہاں
باد قائم ذاتِ او با صد ہزاراں اعتلا

من بہ شغلِ وصفِ او باشم ہمیشہ تر زباں
او بہ شغلِ شکرِ حق باشد ز تسلیم و رضا

ملاحظہ شد

(۲)

مرحبا اے ہمنشیں بادہ پیما مرحبا
الصلا اے مہ جبینِ مہر سیما الصلا
شاد باش و خوش نشیں و بادہ پیما و مدام
ساز برکن نغمہ سر کن بر ترنم لب کشا

زیبد ار خود را ستایم نکتہ سنجی بس طلیق

حبذا بر من بدیں بخت رسا صد حبذا

نمبر

بوسۂ بخش و مرا می دہ کہ بس تشنہ لبم ‌‌ تاکہ جانِ تازہ ام بر تن دمد سر تا بپا
تو ز من خورسند باشی من ز وصلت شادکام ‌‌ تو بہ شغلِ بادہ باشی من ز حسنت جاں فزا
از سرورِ بادہ مست و فارغ از فکرِ جہاں ‌‌ شکرِ احسانِ شفیقے مہرباں سازم ادا
۱ مہربانے کز کمالِ لطف و اشفاق و وداد ‌‌ کرد تاریخے بہ من ارسال خوب و بے بہا
۲ تازہ تاریخے چو تقویمِ مجسطے مستند ‌‌ علمِ معنی را دلیل و طالباں را رہنما
۳ مختصر چوں عمرِ بدخواہش رواں چوں طبعِ من ‌‌ پاک از حشو و زوائد چوں دلِ من بے ریا
۴ شانِ الفاظش رفیع و شرحِ معانیش وسیع ‌‌ نظم و ترتیبش صحیح و با صواب و بے خطا
۵ خالی از اغلاق و ابہام ست و سہلِ ممتنع ‌‌ پُر ز اقسامِ نفائس ہمچو خوانِ اغنیا
۶ با دو بیت و چار مصراعش ازاں ترتیب کرد ‌‌ شاعرِ شیوا بیاں یعنی جنابِ ارتضا[1]
۷ تا بود ایما کہ دو عالم نہان و آشکار ‌‌ یافت از اربع عناصر انتظام و ابتدا
یا کہ خود بعد از خدا و احمدؐ اندر ہر دو کون ‌‌ چار یارِ مصطفیٰؐ ہستند ما را پیشوا
۸ یا مگر زیں رو کہ ارکانِ شریعت چار امام ‌‌ متبع ہستند با پیغمبرِ دینِ ہُدا
۹ یا مگر زیں رو کہ ہر دو یعنی آں دانا و من ‌‌ چار وصف و چار ذم داریم فاش و برملا
۱۰ آں بود دانا و عاقل کامل و شیریں سخن[2] ‌‌ من جہول و عاصی و بے علمِ محض و ژاژخا
جانِ من از مہر جنبید و منش کردم گسل ‌‌ از کمالِ شوق و از راہِ خلوص ایں شعرہا
گرچہ مقبولِ خرد نبود کہ یک بے مایۂ ‌‌ از پشیزِ کہنہ آرد ہدیۂ پیشِ کیا
لیک دارم قصۂ در یاد از تاریخِ مصر ‌‌ با کلافے زالکے می کرد یوسفؑ اشترا
او چو یوسفؑ با جمال و با کمال ست و امیں ‌‌ شعرِ من ہمچوں کلافِ من چو زالِ بینوا
گر شود مقبولِ طبعش ایں متاعِ کاسدم ‌‌ منتش بر جانِ من روحی باحسانش فدا
ور شود مردود ایں جنسِ بخیص و بس رخیص ‌‌ شکوۂ بیجا نگویم زانکہ رو باشد سزا
مختصر در ہر دو حالت حالتِ رد و قبول ‌‌ شیوہ ات باشد وفا و طرح [illegible]

---

[1] ماسٹر ارتضی علی شرر کاکوروی شاعرے بود خوش فکر و نواب صاحب را سکرٹری و معلم انگریزی
[2] بر صفحۂ آیندہ

مرتب

دستِ خود بہرِ دعا بعدِ ثنا بفرازد ہاں   ق[ط]   از زبانِ خویش گویا شو که یا ربّ العلا
اننی عبدٌ ظلومٌ انت غفّار الذّنوب   ۱   فیك توفیقی الیك الخیرُ منك الاھتدا
کن باحسانٍ و انعامٍ و منٍّ بعد فضل   ۲   لا تکن بالقہر من عبدك محمدٌ ارتضا
امکن فی قلبنا حب النبی الہاشمی   ۳   اختتم بالخیر و الرضوان فی حین القضا
اشتعل فی قبرنا من نور وجہ المصطفیٰ
۴
اجرنا خیراً بیومٍ انت تقضی بالجزا

ملاحظه شد درست
نجیب کہرانی

(۳)

نسیمِ عیش می وزد پس از صد انتظار ہا   الا که دورِ غم گزشت و وقتِ انتشار ہا
خروش و جوش و ہاے و ہو کنند می گسار ہا   سرور و وجد و خرمی نصیبِ ہوشیار ہا
غرضکه وقفِ عشرت ست شہر ہا و دار ہا
نه شہر ہا که دہر ہا نه دار ہا دیار ہا
ز ہر طرف که بگزری صداے نغمہ بشنوی   به ہر مکاں که بنگری نگار خانہ بشمری
چمن بصورتِ پری سمن بشانِ دلبری   بسر کلاهِ خاوری به بر قباے بختری
ستاده سروِ کشمری بطرفِ جوئبار ہا
چمن بہل به یک طرف به دشت و کوہسار بیں   ز کارِ باغباں گزر به صنع کردگار بیں
به ہر شجر ہزار گل به ہر گلے ہزار بیں   ہزار ہا ز جوشِ عشق مست و بیقرار بیں
چگونه رقص می کند بفرقِ شاخسار ہا

[ط] حضرت آغا اشعار ده گانه نشان زده را ص فرمود ”تلك عشرة کاملة“ و چار گانه آخر را بسیار خوب نگاشت ”منها اربعة حرم“ مرتب

ہوائے دشتِ عنبریں فضائے کوہ دل نشیں   بساطِ سبزہ بر زمیں خنک چو فردِ ریشمیں
رخِ زمیں زمرّدیں حریرِ چیں بساطِ ایں   نگار و نقش بر جبیں ز نسترن ز یاسمیں
خوش از ہزار باغِ خلد طرفِ مرغزارہا
مے کہ غم برد ز دل ز سر برد خمارہا

بمن ہزار حیف اگر دریں زمانِ خوب تر   بمدحِ یارِ نامور زکانِ طبعِ پُر ہنر
نثارہا نیاورم ز شعرہائے چوں گہر   بہائے شعرہائے من خراجِ چین و کاشغر
ہزار چین و کاشغر نثار فرقِ یارہا

ازیں چہ خوش نصیبِ من کہ یارِ من حبیبِ[1] من   عزیزِ من قریبِ من ادیبِ من اریبِ من
بہ درد و غم طبیبِ من پناہم از رقیبِ من   ز دشمناں حسیبِ من بہ دوستاں لبیبِ من
سزاست بر محبتش مرا صد افتخارہا

فقط مرا نہ فخرہاست بر نیاز مندیش   زمانہ فخر می کند بہ بخت و ارجمندیش
سرِ بلند و بارگاہ نگوں بہ سربلندیش   منظم ست عالمے ز عدل و حق پسندیش   عقل
ز ملک ہند تا دکن ہزار جاں نثارہا

خطاب صدر یار جنگ دلیر و چیرہ چوں پلنگ   بہ جبر و جنگ چوں نہنگ بہ کارِ مذہبی پتنگ
امیرِ ذی شعور و ہنگ رئیس با وقار و ننگ   ز علم تو زمانہ دنگ زدی بذیلِ کعبہ چنگ
ز ندوہ و ز کانفرنس ز شکرِ تست بارہا

منم برادرِ ہمیں معرّفِ تو اوّلیں   چکد ز کلکم انگبیں بمدحِ تو زآن و ایں
تو بہ مہرِ من کنی یقیں ہنر مّل ست و نہ آفریں   چہ بود مصیبتے بیش ازیں منم از تغافلِ تو غمیں
کہ بہ یارہا بدیارہا نہ کنند ایں ہمہ کارہا

---

[1] مولٰنا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں   مرتب

(۴)

ت

خواجہ سر[۱] ہارکورٹ بٹلر ہست | کہ بفضلِ خدا گورنر ہست
عالم و فاضل و ادیب و عقیل | بر سرِ اہلِ علم افسر ہست
ہمہ ارکانِ کالج اند نجوم | پیٹرن ہمچو ماہِ انور ہست
صاحبِ عزم و سطوت و اقبال | ہر کجا ہست او موقّر ہست
خوبصورت خلیق و خوش اطوار | دولتش رام و بخت یاور ہست
ایں نہ گوید مگر ہماں کہ کند | بکند آنکہ خوب و خوشتر ہست
انچہ گفتم دریں مبالغہ نیست | سخنم نزدِ عقل باور ہست
آمد و لطف کرد بر کالج[۲] | دلِ اسلامیاں مسخر ہست
کرد اصغاے عرضِ حال زما | گفتہ است انچہ خوب و خوشتر ہست
الغرض گفت و گو تمام شدہ ست | شکرِ نعمت ہنوز مضمر ہست
کیسۂ رندِ قوم خالی بود | از عطاے تو مے بساغر ہست
ہاں بگویم دعاے دولتِ شاہ | جارج پنجم کہ بندہ پرور ہست
تا جہان ست شاہِ ما ماند | آنکہ بر بحر و بر مظفر ہست
لطفِ شہ باد بر گورنرِ ما | ایں دعا از مزمّل اکثر ہست

ہیچ دانی کہ کیست مزمّل
پیشِ سرکار و قوم چاکر ہست

---

[۱] آخرین لفٹنٹ گورنران و اوّلین گورنران صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کہ دو بار بر گورنری ایں صوبجات و دو بار بر گورنری برہما فائز شد   مرتب

[۲] ایم اے او کالج علی گڑھ   مرتب

(۵)

آصفیؔ آنکہ در ولایتِ شعر حکمران ست و مقتدیٰ باشد
نام نامیش عبدالجبار است منکسر بندۂ خدا باشد
آنکہ درایں زمانِ تاریکی دیدۂ علم را ضیا باشد
آنکہ در ایں زمانِ بے ہنری ادب آموزِ اذکیا باشد
آنکہ درایں زمانِ بےخبری واقفِ رازِ ماسوا باشد
آنکہ درایں زمانِ بےعلمی عالمِ شرعِ مصطفیٰ باشد
آنکہ درایں زمانِ گمراہی سالکِ مسلکِ رضا باشد
آنکہ نظمش نظامؔ را محبوب نثر مقبولِ پادشا باشد
در بلادِ علوم و بحرِ فنون رہنما ہست و ناخدا باشد
شعرِ غرّاش سکّہ بر زرِ نظم طبعِ والاش نکتہ زا باشد
سخنش نسخۂ شفائے صدور علّتِ جہل را دوا باشد
برسد بر لطافتِ سخنش ہر کہ زیں فنّ آشنا باشد
شہرہ اش از شمال تا بہ جنوب ہر کجا باشد آں بجا باشد
رام پور ست مولد و وطنش حیدرآباد متّکا باشد
بہ مزمّل کہ از خزینۂ علم ق مفلسِ محض و بے نوا باشد
بفرستاد گنجِ تصنیفات طرفہ گنجے کہ بے بہا باشد
نثرِ او خوب و نظم خوب ترست خرد افروز و جاں فزا باشد

لفظِ او از معانیش روشن — ذہنِ نقّاد را جلا باشد
بیتِ او از شکوهِ الفاظش — طبعِ وقّاد را اصلا باشد
فقرهٔ نثرِ او فصیح و بلیغ — دفترِ فضل و ارتقا باشد
ایں ہم از فیضِ او بود که مرا — سوے ایں نظم اعتنا باشد
شکر واجب بود بذمّهٔ من — طبعِ من گرچه نارسا باشد
گفته ام زود زود ایں اشعار — فرصتِ فکرم از کجا باشد
اے مزمّل گزر ز طولِ کلام — ختمِ نظمِ تو بر دعا باشد
لطفِ شاهِ دکن بفضلِ اله — بر تو ہر صبح و ہر مسا باشد
ہر مرادے که ہست در دلِ تو — نارسیده به لب روا باشد

حشرِ تو باد با رسولِ کریم
بر تو انعامِ کبریا باشد

بسمه تعالیٰ شانهٗ

(در تہنیت سال نو ۱۹۱۹ء)

(۶)

سالِ نو آمده - بسیار مبارک باشد — به رعایا و به سرکار مبارک باشد
به شہنشاهِ فلک جاه سلیمان درگاه — نصرتِ ایزدِ غفّار مبارک باشد
فتحِ ورسائیِ افواجِ دلیرِ شاہی — صلحِ ایں سالِ سزاوار مبارک باشد
به امیرِ خرد آگاه جنابِ میرسں — دولتِ طالعِ بیدار مبارک باشد
پیشش باد ز انعامِ خدا مالامال — علم و داناییٔ ایثار مبارک باشد

به مزمّل بود از میرسِ ذی رتبه کرم
خواجه را رحمتِ دادار مبارک باشد

صلح نامهٔ دارسائی
۱۸ [illegible] ۱۹۱۹ء در
که جنگ عظیم
باختتام [illegible]
مرتب

---

۵ سر ولیم میرس که بزمانے در علی گڑھ کلکٹر بود۔ بعد ازاں بمراتب جلیله مختلفه فائز شد و بعد از گورنری آسام گورنر صوبجات ما گشت ☞ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ از ترتیب و تدوین اوست۔ فارسی ہم می دانست۔ مرتب

بسم اللّٰہ المغیث والمعین تبارک تعالیٰ شانہٗ

(۷)

سالِ نو آمد و ایں سال مبارک باشد — ہمہ وقت و بہر حال مبارک باشد
بہ شہنشاہِ جواں بخت و جواں دولت و سال — شوکت و حشمت و اجلال مبارک باشد
فتح[۱] مردانۂ افواج شہنشاہ بہ یار — صلحِ[۲] فرزانہ امسال مبارک باشد
~~عزت و دولت و آسودگی و امن و اماں~~ — بہ رعایا و بہ عمّال مبارک باشد
بہ ہملٹن[۳] کہ بود ملٹنِ ثانی بہ علوم — فضل داورِ ذوالافضال مبارک باشد
طالعش رو بہ ترقی بود و بخت بہ کام — نعمتِ صحتِ احوال مبارک باشد
خوشی و خورمی و شادی و آبادی و عیش — بیش زامانی و آمال مبارک باشد
ذوق و شوقِ سخنِ پارسیش میموں باد — ہم بہ آغای خوش اشغال مبارک باشد

بہ مزمّل بود الطاف ہملٹن شایاں
خواجہ را دولت و اقبال مبارک باشد

ابتدای ۲۵ر دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء اختتام ۲۷ر دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

بہم امراء و امرای ابرار

به ہملٹن که بود نکته رسے چوں ملٹن
علم و دانای دا افضال مبارک باشد

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قصیدۂ کہ از غایت خلوص و محبّت بمدحِ دوستِ یک رنگ و محب با فر و فرہنگ
چودھری محمد حمید اللّٰہ خاں صاحب رئیس سہاور ضلع ایٹہ گفتہ شد از تاریخ

---

[۱] مراد از جنگِ عظیم سنہ ۱۹۱۴-۱۸ء مرتب [۲] مراد از صلح وارسای سنہ ۱۹۱۹ء مرتب
[۳] در علی گڑھ جنٹ مجسٹریٹ بود۔ بفارسی ذوق وافر می داشت مرتب

۲۸ مئی ۱۹۱۰ء وقت سہ پہر شروع کردہ تا بتاریخ ۲ جون ۱۹۱۰ء وقت سہ پہر تمام کردہ شد)

(۸)

مزمل را بجز حسرتؔ[1] کسے گر مہرباں باشد — جواں بخت و جواں دولت حمید اللہ خاں[2] باشد
تعالیٰ شانہ الباری چہ نام ست ایں کہ جانم را — چہ اسم اعظمِ یزداں ہمانا حرزِ جاں باشد
مرا فخر ست بر مدحش کہ فخرِ دودماں ست او — چہ فخرِ دودماں باشد کہ فخرِ انس و جاں باشد
چہ گویم از صفاتِ ذات والایش کہ البتہ — ز صد یک گفتنم مشکل گرم یک صد زباں باشد
مگر فرض ست بر من شکرِ احسانِ ولائے او — بیارایم صفِ معنیٰ کہ کلکم در بیاں باشد
ز توصیفش چہا گویم چو نتوانم چرا گویم — مثالے بر ملا گویم عیاں را چہ بیاں باشد
زمانہ طرز و آئینِ نوی لبست ست و معذورم — وگرنہ من ظہیری باشم و او ارسلاں باشد
روم بر عتبۂ والا بخوانم چامۂ غرّا — بتوصیف و ثنائے او زبانم دُرفشاں باشد
ز کوسِ مدح او آواز برخیزد چو برگردد — سہا و مرکزِ او محورش ہندوستاں باشد
بہ شوقِ مدح و تعریفش ز حسنِ اعتقادِ من — مرا وجدے شود طاری کہ ہر مویم زباں باشد
کنم انشا د تازہ مطلعے در شانِ ممدوحے — کہ از ذکرش بجسمم جان و جانم را تواں باشد

الا ممدوحِ من در باغِ خوبی باغباں باشد
بہ میدانِ وغا پیلِ دماں شیرِ ژیاں باشد

بہ بزمِ دوستانش نیک دل یابی چو یعقوبے — بہ صبرِ ایوبؑ باشد موسیٰؑ معجز نشاں باشد
بہ پیشِ ذکرِ رایش رائے افلاطوں تخجل گردد — بگاہِ وصفِ جاہش جاہِ افریدوں گماں باشد

دریں عالم مزمل را کسے گر مہرباں باشد

نسخہ دیگر
مزمل دریں عالم کسے

---

[2] نقل فقرہ تحریر ممدوح :

”جو کچھ آں جناب نے تحریر فرمایا وہ آنجناب کی شایان شان تھا ورنہ میرے حسب حال تو فی الواقع اس طرح پر ہے کہ ؎

دریں عالم مزمل را کسے گر مدح خواں باشد
نگوں بخت و زبوں دولت حمید بے نشاں باشد“

(تحریر ۳۰ جون ۱۹۲۶ء - پرچہ تراشیدہ از خط چودھری محمد حمید اللہ خاں صاحب ممدوح - مزمل اللہ - ۲ جولائی ۱۹۲۶ء)

[1] مولانا محمد حبیب الرحمن خاں حسرت شروانی
مرتب

بہنگامِ گہر بخشی بوقتِ مسند آرائی
چو بحرش آستین و آسمانش آستاں باشد
یلے چوں رستم و گردے چو گیو و مرد چوں بہمن
ولیکن ایں عیاں آں داستانِ باستاں باشد
بہ پشتِ زیں چو بنشیند فروغ از برق بر چیند
گہہ نخچیر چوں بہرام در دستش سناں باشد
بفرِ و حشمت و شوکت بطغرل ہم رکاب آید
بجود و دولت و ثروت بسنجر ہم عناں باشد
اگر گیرد بہنگامِ ستیزہ تیغِ برق افگن
بدشمن نارسیدہ سینہ اش از غم تپاں باشد
بگاہِ بزمِ جمشیدی فروزاں ہمچو خورشیدی
بہ تختِ بخت و دولت اردشیرِ بابکاں باشد
برائے اجتماعِ قوم گر مندیل گرداند
تعالی اللہ کہ مندیلش درفشِ کاویاں باشد
مبارک منزلش باشد بہر یک بخت وا ازدونی
برائے ہر ستم دیدہ بلے دار الاماں باشد
مکانِ او جہانِ او جہانِ او مکانِ او
عجب عالی مکاں باشد سلیمانِ زماں باشد
چو فردوسی سخن پرور چو سعدی زباں آور
چو قاآنی و خسرو ماہر و شیریں بیاں باشد
اگر سقراط و بقراط ست و گر لقمان و بن مقفع
بوقتِ ذکرِ رائش جملہ را عقد اللساں باشد
ز حاتم در سخا اولیٰ ز نعماں در کرم اعلیٰ
نصیبش از ہمہ بالا کہ او را میہماں باشد
تو بے مثلی و یکتائی تو بے مانند و ہمتائی
چو از وصفِ سخن رانم چہ بہمان و فلاں باشد
مرا عمرے ست تا مہرِ تو مہرِ جان و دل دارم
مرا قرنے ست تا ذکرِ تو ام وردِ زباں باشد
شدہ ہم سی سال و شش ۳۶ بالا کہ جز مہرت نیم کالا
بریں کالا دلم شیدا مرا خورسند جاں باشد
ز آیامے کہ ہر دو طفلہا بودیم تا اینک
من و یزداں کہ صحبت راحتِ روحِ رواں باشد
محبتہا و الفتہا و صحبتہا بقدرِ صحبتہا
میانِ ما ہمی رفتی کہ ذکرش دلستاں باشد
مرا با تست نسبتہا چہ نسبت نسبتِ ادنیٰ
کہ ذکرِ برخے از آنہا طرازِ داستاں باشد
تو گر از پارسی و تازی آخر بہرہ ور گشتی
الوش خوانِ استاداں مرا ہم قوتِ جاں باشد
تو وقتے داشتی ذوقے بہ علمِ حرفِ انگریزی
مرا ہم خوب تر شوقے با نگریزی زباں باشد
تو گہ گہہ نظم می گفتی چو می گفتی گہر سفتی
ز من امروز ہیچم پور رشکِ اصفہاں باشد

تو مرد قادر اندازی بہ بزمِ صید ممتازی مرا ہم نیک می دانی بفرصت شغلِ آں باشد
ترا محبوب باشد گر حبیب[1] آں صدرِ دانشور مرا ہم باہمہ حسرت[2] نیازش بیکراں باشد
ترا پیرِ طریقت[3] بود پیر و مرشدِ برحق کہ روحِ پاکِ والایش بہ گلگشتِ جناں باشد
بحمد اللہ کہ ایں سُنّی و حنفی نقشبندی را ازاں حضرت زبیعت نقشِ ایمانی بجاں باشد
مرا یک نسبتے تازہ بدست افتاد و خوش آمد کہ ایمایم ازاں نسبت بسوے ڈھولناں[4] باشد
زنسبتہا کہ من گفتم مجازاً با تو پیوستم خداوندا کہ گر جزے حقیقت درمیاں باشد
فقط ایں قدر می دانم تو دانا بندہ نادانم باقلیمے کہ شاہی تو گدا ایں خستہ جاں باشد
تو گر خورشید سیمائی منم چوں ذرّات شیدا گرش خورشید نوازد فروغِ خاکداں باشد
ہما، ہیرا، خردمندا، جوانا، بخت بیدارا مزمّل عرضکے دارد اگر اصغاے آں باشد
قدم رنجہ کن و اینجا بیا و لطف برمن کن کہ دہقاں آبرو دارد چو شاہش میہماں باشد
بقولِ شیخ شیرازی شود دہقاں ازیں راضی کند با خور ہم انبازی مگر شہ ہمچناں باشد
مزمّل تا کجا حسرت غنیمت می شمر فرصت خیالِ مقدمش راحت دعایش بر زباں باشد
الٰہی عزّت و اقبال و دولت را قریں باشی زماہ و مہر برجِ طالعت را اقتراں باشد
خدایا دولت و اموالِ دنیا بخش و دیں بخشش عطا اولادِ صالح کن دلِ او شادماں باشد
خداوندا کرامت کن باد پوری کہ چوں یوسف چراغِ خاندانِ سعدِ نور اللہ[5] خاں باشد
الا در سایۂ بال و پرِ روح الامیں باشی نگہبانت خدا ماند ز حسّادت اماں باشد
فلاحِ ہر دو عالم با تو و بر دوستانِ تو پشیمانی و حیرانی نصیبِ دشمناں باشد

به دنیا کامراں باشی بہ عقبیٰ شادماں باشی
ضیاءِ ملّتِ بیضا دلیلِ کارواں باشد

ملاحظہ شدہ درست
حبیب الرحمن

---

[1] مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی نواب صدر یار جنگ مرتب
[2] کنایۂ بلیغ بلکہ ابلغ بہ تخلص حسرت شروانی (ہم)
[3] حضرت شاہ عبد الغفور خاں علیہ الرحمۃ شاہ جہاں پوری مرتب
[4] مادح و ممدوح ہر دو را در موضع ڈھولنہ ضلع ایٹہ قرابتِ صہریہ بود و زنانِ ہر دو از یک پدر و مادر بودند مرتب
[5] پدرِ ممدوح - نور اللہ مرقدہ سال فوت اوست ۱۹۱۰ء مرتب

(۹)

پیامِ برق زنوّابِ[1] نامدار آمد
که قُم مزمّل و غافل مشیں بہار آمد
بہ رام پور که دارالسرور ہست بیا
ترا بحضرتِ ما صدقِ بے شمار آمد
ازیں خبر بہ تنِ خستہ ام تواں برسید
بجانِ مضطرِ من زیں خبر قرار آمد
زجائے جستم و برخاستم دواں گشتم
زباں بہ کلمۂ لبّیک دُرّ نثار آمد
ہجومِ کار که زنجیرِ پائے آزادی ہست
پیم گرفت و مرا مانع از فرار آمد
گسستہ بندِ علائق زفرق ساختہ پا
دواں رسیدم و بر درگہش قرار آمد
ملاذِ عالم و محمودِ خلق حامد علی
که میر و سیّد و سردارِ کامگار آمد
بلے تو شاہِ جہاں صاحبِ قران استی
گواہِ دعویم ایں حصنِ استوار آمد
عمارتش ہمہ کہنہ بنائے تو ہمہ نو
ثناش قصّۂ و وصفِ تو آشکار آمد
تبارک اللہ زنظم و زنسقِ مملکتت
رعیّتت ہمہ منقاد و جاں نثار آمد
بہ رائے و علم و عمل حسنِ صورت و سیرت
کسے مثیل و نظیرت نہ زینہار آمد
مزمّلا ادب آموز و قدرِ خود بشناس
کجات حوصلۂ مدحِ شہریار آمد
دعا وظیفہ کن و عذرِ عجزِ خود می خواہ
اجابت از درِ حق بہرِ انتظار آمد
عطائے حضرتِ منّان بر تو بے پایاں
چناں که بذلِ تو بر خلق بے شمار آمد
رسول از تو بود راضی و معینِ تو باد
که حبِّ آلِ محمدؐ ترا شعار آمد
ہمیشہ قلبِ ہوا خواہِ تو بود ایمن
گلوئے دشمنِ تو زیرِ ذوالفقار آمد

(دی شب در بھیکم پور و قدرے در اثنائے راہ رام پور و باقی در رام پور جملہ

---

[1] مراد از ہز ہائی نس نواب حامد علی خاں بہادر والی رام پور   مرتب

بست و چہار ساعت جستہ جستہ موزوں کردم - ۱۳؍اپریل سنہ ۱۹۱۶ء مہمان خانہ رام پور پنج شنبہ -

---

(۱۰)

رسید مژدہ کہ گل سوئے گلستاں آمد   بہار آمد و گلزار گل فشاں آمد
ہوا لطیف و نظیف ست و عنبر افشاں ست   نوائے بلبل و قمری ز بوستاں آمد
بہ ہر کجا کہ روی شادی ہست و فرح و سرور   نوید خیر مقدم ز ہر مکاں آمد
زبس کہ شکر خدا وردِ ہر زباں شدہ است   صدای نعمِ عبادی ز آسماں آمد
دریں میانہ ز ہاتف سبب بپرسیدم   ندا رسید کہ احمد سعید[۱] خاں آمد
سمیِ احمدِ مرسل سعید روز ازل   خطاب خان ز میراثِ لال خاں آمد
تو راجپوتی و از نسلِ شیر[۲] مردانی[۳]   بفوجِ شاہ ترا رتبہ کپتاں آمد
تبارک اللہ کہ ہستی تو حافظِ قرآں   محافظِ تو خداوندِ دو جہاں آمد
چھتاری ہست بہ نوابیِ تو فخر کناں   کہ چوں تو حضرتِ عالیش مرزباں آمد
منسٹری و سپیچ ہوم ممبری ہر دو   برائے ما ہمہ صد گونہ امتناں آمد
ز کے سی ایس آئی و کے سی آئی ای   ز ایم بی ای خطاباتِ شائیگاں آمد
گورنری بہ تو بخشید جارج پنجم ما   شہنشہے کہ بر آفاق حکمراں آمد
دگر ز مُلکِ دگر - تو ز مُلکِ مُلکِ ما   ز تو تفاخر و اعزازِ ہندیاں آمد
جمال و جاہ و جلال از جبینِ تو پیدا   ز حسنِ خلقِ تو در دہر داستاں آمد

[۲] ٹھاکر ناصر علی خاں
[۳] ٹھاکر مردان علی خاں

---

[۱] بموقع ورود نواب حافظ احمد سعید خاں صاحب رئیس چھتاری در علی گڑھ بہ حیثیت گورنر صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ   مرتب

به هندو و به مسلماں خلوصِ تو یکساں   به هر کدام عنایاتِ بیکراں آمد
ز سادگیِ لباس و به سادگیِ مزاج   ثنا و وصفِ تو از پیر و از جواں آمد
ترا ز اچکن و پاجامه و به سر تربان   هزار گونه وقار و شکوه و شاں آمد
بجاست فخرِ علی گڑھ که میزبانِ تو هست   خوشا نصیب کسے کش تو میہماں آمد
هزار شکر که اولادِ تو بفضلِ خدا   سعید آمده و فخرِ خانداں آمد
نعوذ باللہ ز کذب و تملّق و افراط   مرا فقط سخنِ راست بر زباں آمد
دعا بگویم و ختمِ کلام می خواهم   دعائے دوست پئے دوست حرزِ جاں آمد
تو زنده باشی و خرسند و شادماں باشی   ز حادثاتِ زمانه ترا اماں آمد
به نفعِ خلق بکوشی و مهرباں باشی   چناں که خالقِ تو بر تو مهرباں آمد
به شکرِ نعمتِ حق کوشی و بخدمتِ خلق   کسے که خادمِ خلق ست کامراں آمد
چناں بزی که ز جودِ تو خلق آساید   چناں که جدِّ[لہ] تو زر بخش و زر فشاں آمد
به حجِ کعبه روی و زیارتِ طیبه[لہ]   که جلوه گاهِ شهنشاهِ انس و جاں آمد

بوردِ سورهٔ مزّمّل ار دعا بکنی
ز استجب لکم البتّه اقتراں آمد

بسمه تعالیٰ شانه

(۱۱)

منوّر فلک تا به انجم بود   شهنشاهِ ما جارج پنجم بود
به فرقِ هوا خواهِ او تاجِ فخر   سرِ دشمن از دوشِ او گم بود
نصیبِ عدو بوریا و پلاس   برِ دوست سنجاب و قاقم بود
به ملکش همیشه سکون و قرار   به اقلیمِ دشمن تلاطم بود
به بحر و به بر لشکرش فتح یاب   به افواجِ دشمن تصادم بود

لہ نواب محمود علی خاں مرحوم و مغفور

مدینہ منورہ

بود قہر بر عسکرِ خصمِ او   از ایزد بہ فوجش ترحّم بود
چو جولاں کند اسپ شہ در مصاف   سرِ خصم پامالِ ہر سُم بود
بود خادمِ شاہِ ما عزّ و جاہ   غلامش نشاط و تنعّم بود
منزّل مدیحش بگوید بسے
زنظمش جہاں پُر ترنم بود

بسمہ تعالیٰ شانہ

(بموقع تشریف آوری ہز اکسیلنسی لارڈ کرزن ویسرائے وگورنر جنرل ہند در مدرستہ العلوم علی گڑھ)

حبذّا اے طالعِ بیدارِ قومِ حق گزار (۱۲) مرحبا اے کوکبِ اسلامیانِ باوقار
اے خوشا وقتِ علی گڑھ اے مبارک مدرسہ   اے زہے قسمت کہ ماگشتیم زمنیاں کامگار
از چہ بر ما آسماں اینک درِ راحت کشود   از چہ مستِ شادی استیم از صغار و از کبار
چیست تا عیشِ ابد ما را نماید ہر طرف   چیست تا دارد دلِ ما شادمانی بے شمار
تا چہ باشد باعثِ ایں بہجت و وجد و سرور   از چہ ہر مردِ مسلمان ست باعشرت دوچار
ما کہ بودستیم یکسر در غمِ شہ خستہ حال   ما کہ بودستیم یکرہ سینہ کوب و دل فگار
ما کہ مے بودیم از دستِ زمانہ در تعب   ما کہ از جورِ فلک داریم رنجِ بے شمار
از وفاتِ خسروِ عالی گہر وکٹوریہ   ہر یکے را سینہ بریاں بود و چشماں اشکبار
در چنیں وقتے پئے تسکینِ خاطر ہائے ما   از فلک آمد ملک گویا بفضلِ کردگار
لاجرم باید شنیدن تا کہ ما چناں ہمہ   سر بسر شادی شدہ استیم و ہمہ فرخندہ کار
در ہمہ تخییل بودم گفت ناگہ ہاتفے   پنبۂ غفلت زگوشِ خویشتن آخر برآر

ہاں مگر نشنیدۂ کامروز از فیضِ قدوم   میر ما بخشیدہ مارا صد ہزاراں افتخار
جارج نتھنل لارڈ کرزن بیرن آف کیڈلسٹن   ویسرائے انڈیا۔ آں داورِ دارا دثار
پی سی جی ایم ایس آئی جی ایم آئی ای ای ٹی سی   زیں ہمہ القاب بالاتر در اعزاز و وقار
آسمانِ مکرمت صدرِ جہانِ معدلت   بر زمینش دستِ قدرت بر زمانش اختیار
ماہرِ علم و ہنر دانا امیرِ دادگر   قامعِ ظلم و ضرر زیبا مشیرِ مستشار
ہم بہ پارلیمنٹِ لندن پالیسیش مستند   ہم بہندوستان دارد حکمہایش اعتبار
تجربا تے خوب آوردہ فراہم از سفر   دیدہ کابل را و زابل را و توران و تتار
حالیا بر نظمِ ملکِ ہند باشد مستند   بہرِ تدبیراتِ ملکی جملہ وقتش وقفِ کار
وصفہایش را اگر خواہم کہ آرم در بیاں   قصہ طولانی شود و انگہ نیاید در شمار
مختصر گویم کہ ذاتِ پاکِ آں عالی گہر   مثلِ بدرٍ فی الدّجیٰ والشمس فی نصف النہار
الغرض از راہِ لطف و مہر و اشفاق و وداد   کالجِ ما را شرف بخشیدہ آں نصفت شعار
آمدہ از صیدگاہِ شرزہ شیراں بامراد   می کند اینک دلِ شیرانِ اسلامی شکار
اے فلک درگاہ۔ از نطقِ فصیحِ آں جناب   جملگی گشتیم خورم چوں گلستان در بہار
اے کہ وقتِ ما ہمہ خوش کردی از لطفِ بیاں   بر تو و بر خاندانت رحمتِ پروردگار
گر اجازت باشد اے صدرِ جوادِ محترم   مطلعے خوانم بہ مدحِ قیصرِ عالی تبار

حضرت ایڈورڈ ہفتم بادشاہِ تاجدار
مالکِ تخت و نگیں آں شہریارِ نامدار

داورِ دارا مناقب خسروِ جم مرتبت   امپراطورِ معظم قیصرِ حشمت مدار
پیشِ او از چاکرے کمتر بود افراسیاب   نزدِ او از نوکرے احقر بود اسفندیار
یورپ و ہم ایشیا امریکہ و افریقیا   تابعِ فرمانِ ایشانند آرے ہر چہار
کیست مثلِ او بعالم کش بود ایں گونہ ملک   کیست چوں او کش بود بر ربعِ مسکوں اختیار

شہرۂ فوجِ ظفر موجش بہ افریقا و چیں
قوّتِ بحریش باشد بر جہانے آشکار
شاعریِ ایشیا ہرچند بد نام ست لیک
حاش للّٰہ! من نمی گویم سخن نا استوار
مدحتِ ممدوحِ من از ایں ہمہ بالاتر ست
آنچہ من گفتم کم از کم باشد و یک از ہزار
بہتر آں باشد مزمّل از ثنا دم در کشی
ختم سازی چامہ ات را بر دعائے شہریار
یا الٰہی یا کریمی یا مجیب السّائلین
استجب دعواتنا لا تلقنا فی الانتظار
نیّرِ اقبالِ شاہنشاہِ ما تابندہ باد
دشمنش مخذول و منکوب و ذلیل و خوار و زار
نصرت و فتح و ظفر شبدیز او را ہمرکاب
صحّت و شادی و دولت باد با او ہمکنار
شاہِ ما ایڈورڈ ماند کرزنش باشد وزیر
در دعائے ہر دو نطقِ من بود گوہر[1] نثار

[illegible]

(۱۳)

د

بناز بلبلِ شیدا کہ نو بہار رسید
صبا بہ تہنیتِ گل ز کوہسار رسید
ز بسکہ سبزہ دمیدہ ست در نشیب و فراز
گمانِ کانِ زمرد بہ سبزہ زار رسید
قبائے سبز ببر کردہ شاہدانِ چمن
ز حلّہ ہائے بہشتی کہ بے شمار رسید
بسانِ شاہد سرگرم رقص در محفل
غزال مست خرامش بمرغزار رسید
ز کثرتِ گلِ نسریں گماں برم کہ مگر
فلک بہ صحنِ گلستاں ستارہ بار رسید
ز دانہائے فراموش کردۂ دہقاں
ببیں بسنبلہا تا چہ کشت زار رسید

---

[1] خود ممدوح ہز اکسی لنسی فرمود "I congratulate you on your successful poem; you are the poet of the day"

زفیضِ صانعِ قدرت نگر کہ در گلشن   بسر غلام وشہنشاہِ تاجدار رسید
زمینِ صحبتِ پاکانِ بارگاہِ چمن   نسیم غالیہ افشان ومشکبار رسید
زبس ہجومِ ریاحین وکثرتِ گلہا   بساحتِ چمنستان خلفشار رسید
نہ قطرہا بجبینِ گل ست در گلزار   وے سحاب دُر افشان و دُر نثار رسید
صداے بربط وتنبور وچنگ وارگن ونے   فداے نالۂ بلبل کہ در بہار رسید
برلباسِ مکلّف بسر کلاہِ شرف   ہزار طفلِ بہاراں بہ لالہ زار رسید
چو بادہ خوار زجوشِ بہار مست وبوجد   ہزار مرغِ غزل خوان لشاخسار رسید

مزمّل ایں ہمہ را منزلِ شباب شمرد
بخواب دید خزاں بر سرِ بہار رسید

(بظاہر ایں نظم ناتمام ست مرتب)   (از ہم اکتوبر بہ بھیکم پور شروع کردہ شد)

ن: خاصان
ن: گلشن
ن: نمے
ن: نسیمِ بہاراں
بجاے "برلباسِ" ن: زرنو بسر کلاہ شباب

---

(۱۴) مبارک باد بر سر ولیم میرس خطاب سر   زکے سی آئی ای بادش بعالم رونقِ دیگر
بہ میدانِ ترقی اسپِ اقبالش کند جولاں   بہ شان وشوکت و اجلال و جاہ و احتشام وفر
اگرچہ ذاتِ او از خواہشِ القاب مستغنی ست   ولیکن قدرِ خدمت بادشاہاں را بود زیور
اگرچہ ذاتِ او در نیست پرواے ثناے کس   خصوصاً دعوئے مداحیِ او از منِ کم تر
ولیکن واجب آمد بر ہوا خواہانِ دیرینہ   بہ تبریکے دعا افشاندن از کلک و زباں گوہر
بہ مزمّل سروشِ غیب گفتہ از سرِ بہجت   سنہ ہجریش برخواں۔ "میرس فی جاہ و نام آور"

۲
۱۳۳۵
ب
۲
۱۳۳۷ھ

(۳ر جنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

در ستایش و نیایش حضرت امیر ذی جاہ و شیر شرزہ بارگاہ نواب جلالت مآب و
معلّی القاب سر اینٹونی[1] پیٹرک میکڈانل جی سی ایس آئی، سی آئی ای، بی اے
سی ایس لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغرب و شمال و چیف کمشنر ملک اودھ
دام مجدہٗ و اقبالہ العالی
گزرانیدۂ کمترین نیازمندان ارادت کیش حضرت موصوف محمد فضل اللہ خاں
رئیس بھیکم پور ضلع علی گڑھ
(از جون سنہ ۱۹۰۱ء شروع کردہ بہ اوّل ہفتہ جولائی سن مذکور تمام شد)

بنامِ یزداں بخشایندۂ مہرباں

م

حبذا اے شاعرِ فرزانۂ شیریں کلام (۱۵) مرحبا اے آسمانِ شعر را ماہِ تمام
بارک اللہ بر خیالاتِ درست و نظمِ چست   سعیِ تو مشکور شد اندر بہ پیشِ خاص و عام
خاص ازیں بہتر چہ خواہی نائبِ شاہت ستود   عام ازیں اکثر چہ جوئی شہرہ ات در صحن و بام
جارج نیتھنل لارڈ کرزن بیرن آف کیڈلسٹن   ق   ویسرائے انڈیا فرخندہ بخت و شاد کام
در علی گڑھ چوں بمدحِ داورِ عالی گہر   چامہ خواندی تا چساں بستود و کردت احترام
”کانگریچولیٹ یو فار یور سکسیز فل پوئم“   ”پوئٹ آف دی ڈے“ ترا فرمود آں فخرِ کرام
جوشِ فخر افگند در جانم قبولِ آں جناب   در دلِ من ذوق و شوقِ شاعری را شد مقام

---

[1] در اواخرِ صدی مسیحی گزشتہ لفٹنٹ گورنر ممالک شمال و مغرب (حال صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ) بود۔ فتنۂ اردو و ہندی و زمیندار و کاشتکار در عہدِ او خاست و غبارِ عناد در دلِ رعایا نشست و تخمِ فساد جا گرفت۔   مرتب

نظمہاے خوب گفتم کش بہا یک بحر و کاں
شعرہاے نغز گفتم کش صلہ شیراز و جام
چوں مہارت دست داد از فیضِ یزدانی مرا
فکر کردم تا چہ باشد خوشتر اسلوبِ کلام
با دلِ خود گفتم اے دل اے کہ جانِ من توئی
با تو ام صد غم حلال و بے تو یک شادی حرام
مشورہ کن با ضمیر و گیر فتوے از خرد
کاشہبِ طبعِ رسا را تا کجا رانم بگام
قصّہا از عشق گویم یا گلہ از بختِ بد
شکوہ از گردوں کنم یا از زمانہ انتقام
یا نویسم نوحۂ بر حالِ زارِ قومِ خویش
یا کہ از تحصیلِ علمِ معرفت رانم کلام
عقلِ دور اندیشِ من گفت اے ادیبِ نکتہ سنج
حیف باشد از تو با ایں گونہ استغناے خام
ہاں مگر نشنیدۂ ضربُ المثل از باستاں
عاقلاں فرمودہ اند "اوّل طعام آخر کلام"
شکرِ احسانِ جہاں آخر غذاے روحِ تست
ایں ہُمّ سعد را بنماے اوّل انصرام
کوش اندر مدحتِ صدرے کہ اندر روزگار
نوشدا روے ستایش جوش آرد در مسام

مطلعے ترتیب کن شائستہ اندر مدحتش
دادگر صدرِ معظّم نامور فخرِ انام

انیٹونی پیٹرک میکڈانلِ ذی احتشام
جی سی ایس آئیِ عالی قدر میرِ نیک نام
را دلفٹنٹ گورنر قہرمانِ کامیاب
حضرتِ چیفِ کمشنر مہربانِ خاص و عام
فخرِ اسلافِ گرامی عزّتِ اخلافِ قوم
شمعِ بزمِ کامیابی شمسِ چرخِ انتظام
داد بر انجم مرتبت ماہِ سپہرِ مکرمت
آفتابِ داد و دولت آسمانِ افتخام
علم را سازد علم چوں حکم را باشد حکم
عقل را بندد عقال و حزم را بخشد حزام
ہمچو تدبیرش بود تقدیر منقاد و مطیع
در حضورش حشمت و اقبال کمتر از غلام
ملکِ متوسط بہ یادِ داد دست خرسند و شکور
اہلِ بنگالہ ثنا گویش بایقاظ و منام
در زمانِ لارڈ ایلگن کونسل نازاں از و
ہسٹری جنگ آفریدی زینتِ او بدوام
در شمالی مغربی و در اودھ زیں بیشتر
جز بہ او کے حاکم و محکوم بود ایں گونہ رام

کیست کو خائف نبودست از ہیوبانک پلیگ — کیست کو آگہ نباشد تا چہ کردی انتظام
کیست کو را دل نباشد ریش از آفاتِ قحط — کیست کز فیمن رلیفِ تو ندارد التیام
کیست کو بے علم باشد زانچہ کردی اردگیر — بر بہ پولیس تا شود مخلوق فائز بالمرام
تا توجہ سوے پبلک سروست شد بے دریغ — آن چناں نظم و نسق دادی کہ شد پاک از ہوام
ایجوکیشن اریگیشن لیجسلیشن سیٹلمنٹ — در نظامِ جملہ ذاتت کرد نیکو اہتمام
صیغۂ مینونسپل را آں چناں آراستی — کاندر و از جبر و رشوت نیست تا ہیچ نام
از برائے یادگارِ خسروِ[له] غفراں پناہ — جہد ہا کردی کہ ماند یادگارِ او مدام
با وجودِ ایں ہمہ اشغال و افکارِ کثیر — اِن ایڈیشن ٹو اَدَر ڈیوٹی نہادی چند گام
دورہا کردی پئے فیمن کمیشن ہر طرف — شش جہت تسخیر کردی بہرِ خرق و التیام
مختصر در عہدِ دولت مہد کردی کارہا — بہرِ تالیفِ خواص و بہرِ تسکینِ عوام
ملکِ آئرلینڈ را بر سلطنت احسانہاست ق — از لبے اسٹیٹسمین و جنرلانِ نیک نام
تو ازاں دریائے فیضِ آما گرامی گوہری — اے کہ دستت بحرِ عمّاں را بود قائم مقام
تو بہ ملکِ خویش داری فخر و ملکِ ما بتو — فخر دارد ناز دارد شکر دارد والسّلام
بر رعایائے مسلماں فیضِ تو پوشیدہ نیست — کالجِ قومیِ ما مرہونِ احسانت مدام
مستحقّاں را باستحقاق دادی بلکہ بیش — کور نعمت باشد آں کس کو نماید اتّہام
ہر کرا انصاف در جان ست گوید مثلِ من — خانۂ اسلام در عہدِ تو شد دار السّلام
لطف بر ہندو رعایا کردۂ از عدل و داد — جان ہندی در دمیدی اے مسیحایت امام
آشتی و صلح و شفقت شیوۂ آئینِ تست — با مسلماناں سلام و با ہنوداں رام رام
اے ہنر پرور خرد آگہ امیرِ نکتہ سنج — اے کہ چوں خورشید تابد فیضِ تو بر ہر کدام
حکم فرمودی کہ آموزند ہندی اہلکار — نقشِ حکمت ثبت اندر سینۂ من ارتسام
عزم کردم ہندی آموزم بسانِ پارسی — تا شود چوں پشتو و انگریزی و تازیم رام

[له] کوئین وکٹوریا

مثلِ من لائل سٹیزن حیف باشد گر کند   سرکشی از حکمِ حاکم گرم با غوغائے عام
لیک استدعائے من اینست اے بحرِ کرم   پارسی در کالج و اسکول ماند بالدّوام
بہرۂ خود ہندواں بردند و تو دادی بداد   خوش بود بخشی بما گر نیز سہمے از نہام
داورا میرا خیرا خوب می دانی کہ خود   پارسی قندست و بخشد قندِ شیرینی بجام
حیف باشد گر بمیرد پارسی در ملکِ ہند   یادگارِ حضرتِ خیّام آں شیریں کلام
یک رزولیوشن کنی در صیغۂ تعلیم پاس   فارسی ماند بہ یونیورسٹی با احترام
چوں بہ ملکِ خویش باشی بہرہ ور از وقتِ خوش   پارسی در ہند ماند از تو با شکرِ تمام
تا کہ مثلِ من ہزاراں بذلہ سنج از خاکِ ہند   بر ثنائے ذاتِ تو ورزند در گیتی قیام
منکہ افغانے سپاہی زادۂ آزادہ ام   در یسارِ من لگام ست و یمینم با حسام
منّت ایزد را کہ عہدِ دولتِ برطانیہ   داد انگشتِ مرا زینت ز کلکِ مشک فام
آرزو دارم بنارِ تیغ و با آبِ قلم   دشمنت را غرق سازم خصم را سوزم عظام
پشت در پشتم سپاہی پیشگاں بس بودہ اند   در بعہدِ لودی و مغل وز میرانِ فخام
جدِ اعلایم بہ ہژدہ صد و سہ ۱۸۰۳ سال از مسیح   یافت از حکّامِ انگریزی زمینداری بہ خام
شہرۂ آفاق جدّم حضرتِ داؤد خاں   لارڈ بنٹنکش ہمی فرمود عزّ و احترام
در زمانِ غدر و غوغائے بغات نابکار   از دل و جاں کردہ خدمتہائے سرکارِ انصرام
شاہدش اسنادِ اسلاف ست خود باشد گواہ   ایں زمینداری کہ من دارم مصون از ضبطِ خام
چونکہ جدِّ من سپاہی بود مخلص بس غیور   خواہشِ انعام ناکرد او ز حکّامِ عظام
کس ندادش ہیچ او از ہیچکس چیزے نخواست   آرے آرے شیر نوشاند کجا بے گریہ مام
شکرِ ایزداں را کہ در عہدِ تو بودم با فراغ   جائداد افزودن و بر من پشیزے نیست وام
من نہ از کس شاکی و نے کس بود نالاں ز من   دوست راضی دشمن ایمن چاکرانم خوش مدام
دائما لطف و کرم می یابم از حکّامِ ضلع   ہم رئیسانِ معاصر را عنایت مستدام

قومِ من جملہ مسلماں خیر خواہِ سلطنت
آں چناں قومے کہ تخت و بخت شاں بودے غلام
عزتم دادند و در کالج شدم سکریٹری
من بخدمت شاں بکوشم گاہ و بے گہ صبح و شام
آنریری مجسٹریٹی دارم از الطافِ تو
نیز والنٹیر منم از جانبِ خلق و عوام
بہر زمیندارانِ ملکِ خویش خدمت کردہ ام
در حضورت عرضہا کردم بایشاں افہام
ہندوان و ہم مسلماناں ز تو درخواستند
ممبری کونسلم بخشی با عزازِ تمام
آرے آرے من نبودم قابلِ ایں دار و گیر
داورا انصاف شد آزاد کردی یک غلام
من بہ خاموشی توانم خدمت سرکار و ملک
گرچہ بر خاموشیم کردند مردم اتہام
ہیچ پروایم نباشد ز اتہامِ این و آں
زانکہ می دانی کہ چوناں کردہ ام با تو کلام
یک خطا با زعمِ مردم آرے از من رفتہ است
اینکہ در شورش ملامت کردہ ام با خاص و عام
گر ازیں رنجد کسے افسوس بر حرمانِ من
قسمتِ من نارسا بود آہ ازیں اقسام
من ز تو انصاف خواہم تا کہ از انصافِ تو
کس نیفتد از زمیندار و رعیت در بدام
چوں بعہدِ معدلت مہدت ز فیضِ لم یزل
یافتم تعلیمِ نظم و نثر و تنسیقِ کلام
حسرتِ مدحت سرایِ تو در دل داشتم
زانکہ بے مدحت بہ نظمِ من نمی آید نظام
بس ہمیں حسرت بجانم شورش و جوئے فگند
تا کہ جرأت کردم و آوردمت ایں نظمِ خام
اے جہاں داور جہاں پرور جہاں دارِ وجود
بسکہ جاں کاوی نمودستم دریں طولِ کلام
آنچہ من کردستم از آئینِ نو نظمِ سخن
کم کسے را بودہ باشد پیش ازیں ایں اہتمام
از تملقہا چو تو بیزاری و ز اغراق دور
ضیغمِ فکر مرا از راستی باشد لگام
جامۂ خود را بہ نقشِ تازہ پیراستم
مخمل کاشان انگلش گولڈ کردم ارتسام
گلشنِ ایران را با گلفرنگ آراستم
بلبلِ شیراز را آموختم انگلش کلام بزبان فصیحت
اے جہانِ مرحمت و اے آسمانِ معدلت
گر قبول افتد ز رحمت گیتیم گردد بکام
قافیہ در جامہ ام چوں عیشِ خصمت گشت تنگ
بہتر آں باشد کہ آرم بر دعایت اختتام

از خدا خواهد بقایت را مزمّل کز ادب
بر خدا و بر خداوند ست او را اعتصام
بارالہا ذاتِ ممدوحِ مرا خوش وقت دار
تو از و خورسند باش و ما از و جوئیم کام
تا بدنیا کامیاب و کام بخش و کامگار
چوں بہ عقبیٰ فیض یاب و شاد و فائز بالمرام
از دمِ عیسیٰ بجانش چاشنیِ ارتضا
لیڈی میکڈانل بود با مریمِ عالی مقام
قد تمّ الکلام

این قصیده را از اوّل و آخر بگیرو
جون ۱۹۰۱ شروع کردم و در دو هفته
جولائی سنه [illegible] تمام کردم فقط
نزدیک اشد

---

(۱۶)

ن

اے صنمِ سیم ساق بیاقیِ گل پیرہن
خیز و بیاور شراب یک دو سہ جامِ کہن
بادِ بہاراں وزید مژدہ بیاراں رسید
بادہ خورید آشکار تا کہ توان ست و تن
موسمِ عیش و نشاط مایۂ صد انبساط
جاء لتشویقنا سوّد وجہ الحزن
شغلِ شراب و کباب نغمۂ چنگ و رباب
خوش بود اندر شباب ویژہ بطرفِ چمن
خاصہ بوقتِ بہار با صنمے گلعذار
خاصہ پس از انتظار ویژہ بیادِ وطن
عیش فراواں بود رحمتِ یزداں بود
قائلِ کفراں بود ہر کہ کند لا و لن
بادہ خورم تا صبو زخیرہ بعفوِ غفور
کامدہ گاہِ سرور توبہ کنم در خزن
ترک کنم شغلِ مے رہن کنم چنگ و نے
تا کہ فراہم شود بہرِ کتابے ثمن
ہدیۂ قرآں کنم جدّتِ ایماں کنم
ق روئے بمکتب نہم درس دہد تا بمن
مولوی عبدالحمید[1] مرد جوانِ سعید
ابنِ وحیدِ زماں پورِ فریدِ زمن

[illegible]

---

[1] فرزندِ مہین و بہین حضرت مولانا عبد الغنی خاں مرحوم و برادرِ کہین و دل نشین جناب تفضیل الحسن صاحب حال پروفیسر فارسی عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد (دکن)، بہنگامِ انشادِ ایں اشعار بہار ممدوح آسودۂ وطن بسایۂ پدر و مادرِ خویشتن بود۔ اگر اندراں زماں متوطنِ دکن بودے ظاہر کہ قافیۂ "دکن" ہم بر مادحِ ممدوحِ مرحوم تنگ نہ بود شاید کہ چیزے ازیں قبیل گفتے

واقفِ صد علم و فن - پاکِ بسرّ و علن
طالعِ اوجِ پرن - جوہرِ کانِ دکن

مرتّب

حضرتِ عبدالغنی فاضلِ عالی مقام — شاعرِ شیوا بیاں بلبلِ شیریں سخن
علم و خرد مایہ اش بیش ازیں پایہ اش — فیضِ ازل دایہ اش صاحبِ علم و فطن
شاعرِ شیوا بیاں مفخرِ ہندوستاں — اے کہ صفایت عیاں اے کہ ثنایت علن
خطِّ تو مرغوب تر خُلقِ تو محبوب تر — زیں ہمہ بیں خوب تر نظمِ طرازِ سخن
جوہرِ ذاتیِ تو بہ ز صفاتیِ تست — کاملِ بے اکتساب شایقِ ہر علم و فن
وقتِ سنا بے تو ہا پاک دل و پارسا — اے بجوانی چو پیر رائے بہ زینت کہن
شخصِ تو فخرِ زمیں خطِّ تو ارژنگِ چیں — امرِ حقیقی ست ایں ہا نہ گماں ست و ظن
وصفِ تو کم گفتہ ام ہجری و ہم گفتہ ام — مردِ قلم گفتہ ام خیز مرا تیغ زن
اے کہ پدر بر پدر با ہُنر و نامور — داورِ دشمن فگن صفدرِ لشکر شکن
سیف بود پاکِ تو کانِ گہر کلکِ تو — نظمِ سخن سلکِ تو غیرتِ عقدِ پرن
وصفِ تو لا انتہا فکرتِ من نارسا — ختم کند بر دعا بندہ مزمّل سخن
بر تو عطائے خدا شافعِ تو مصطفٰے — یاورِ تو چارؓ یار حامیِ تو پنجتن

وقتِ شبابِ تو

وقتِ تو مسعود باد بختِ تو محسود باد
ذاتِ تو محمود باد از کرمِ ذو المنن

بسمہٖ تعالیٰ سبحانہٗ

(۱۷)

صبا رساں بہ حبیبم[1] تحیّتِ مسنوں — بہ آں طریق کہ باشد مناسب و موزوں
بہ بارِ عام مجالِ سخن اگر یابی — بعزّ عرض رساں اشتیاقِ ایں محزوں

---

[1] مراد از مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی رئیس حبیب گنج المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ صدر الصدور امور مذہبی سرکارِ عالی حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ — مرتّب

بزبان خود خوان

بہ آں کہ در دکن او شمعِ بزمِ اقبال ست
زمن بگو کہ چو پروانہ ام ترا مفتوں
توئی بہ گلشنِ علم و ادب گُلِ خنداں
منم چو بلبلِ شیدا ست والہ و مجنوں
بہ بوستانِ سخن طوطیِ شکر خائی
مرا بہ آئینہ افشا نہاست پُر افسوں
بہ رغمِ انفِ عزیزاں خدائے را مپسند
زجوشِ آتشِ ہجراں بسینہ ہا کانوں
سوار و پیادہ و دہقان و اہلِ کارِ قدیم
ہمہ بغیرِ تو بے صبر و بے قرار و سکوں
مرا کہ شغلِ مہمات بیش از بیش ست
نہ بے تو لطفِ ریاست نہ ذوقِ علم و فنوں
پیش
نہ شوقِ صید و شکار و نہ سیرِ باغ و بہار
نہ مشورت نہ صلاح و نہ شرحِ رازِ درون
نہ اہتمامِ امور و نہ انصرامِ مہام
نہ حلِّ عقدۂ لاینحل از بُنِ ناخوں
نہ اعتدالِ مزاج و نہ رغبتے بہ مزاح
نہ بزمِ ذکرِ ارسطو و شیخ و افلاطوں
کدام کس کہ کند شکوہ از شکر رنجی
کدام کس کہ کنم از تلافیش ممنوں
عزیز و قوّتِ بازو کہیں برادرِ من
الا کہ بے تو دلِ من غمیں و حال زبوں
زسیلِ اشکِ من اندر فراقِ روئے خوشت
بہ نیم رود[1] تلاطم فتادہ چوں جیحوں
بروے تو ہمہ خرّم فضائے بھیکم پور
بغیرِ دوست وطن بدترست از ہاموں
عنانِ صبر ز دستم رہا شدہ ست و دگر
ہزار موعظہ بے حاصل ست و صد مضموں
چہ حاصل ست کہ گویم ہزار شعرِ بلیغ
چہ حاصل ست کہ گوئی تو عذرِ گوناگوں
غمِ فراق نہ داند مصالحِ ملکی
سرِ وصال نہ داند قواعد و قانوں
دوائے دردِ دلِ ما اگر بخاطرِ تست
بیا و زود بیا بے چرا و چون و چگوں
زبارگاہِ فلک پایگاہِ شاہِ دکن
تفقد ست بحالِ تو از شمار فزوں
زپیشگاہِ شہنشاہِ ذوالجلال و منن
بحالِ شاہ بود فضل از قیاس بروں

---

[1] رودے کہ موسوم بہ "نیم ندی" است۔ بھیکم پور عین برکنارِ آں رود واقع ست

مرتب

محیِ ملّت و دیں ماحیِ ضلالت و ظلم   ہمیشہ حامیِ او باد قادرِ بیچوں
بہ جان و مالِ عزیزاں و خیل و سلطنتش   بود عنایتِ پروردگار روزافزوں
بہ التماسِ تو شد حکمِ احترامِ صیام   وقارِ شہ بفزاید بہ امرِ کن فیکوں
دعاے شاہ بگفتم ثناے ذاتِ تو ہم   ق   نہ ماندہ است مگر ایں کہ گوئیت اکنوں
شوی ز قدرِ مزمّل بہ آں زماں آگاہ
کہ شادماں بود زیں سراے بوقلموں

آمین

(نظم سال گرہ)

شاہِ ما ایڈورڈ ہفتم مالکِ تاج و نگیں (۱۸)   آنکہ بگزشت اوجِ اقبالش ز چرخِ ہفتمیں
صاحبِ تدبیر و رای و باعثِ اکرامِ خلق   قابلِ تعظیم و تکریم و ہزاراں آفریں
حامیِ انصاف و جود و قاطعِ جور و جفا   ناشرِ امن و امان و ماحیِ بنیادِ کیں
علم و حکمت در ضمیرش ہمچو ضو در آفتاب   جود و رافت در نہادش ہمچو بو در یاسمیں
شہریارِ نامدار و تاجدارِ کامگار   بادشاہِ ملک پرور داورِ نصفت قریں
ہیبتِ فوجِ ظفر موجش بہ قلبِ بحر و بر   صولتِ حکمِ جہانگیرش بہ مصر و ہند و چیں
اے مزمّل بر دعاے شاہ کن ختمِ سخن   شکرِ نعمت واجب آمد بر گروہِ مسلمیں
ملکِ شہ آباد باشد خاندانش شادماں
ذاتِ او تا دیر ماند یا الٰہ العٰلمیں

بسمہ تعالیٰ سبحانہ

(۱۹)

متیں میرزائے عطائے حسین　　قزلباش مردِ شجاعت قریں
خردمند و خوش فکر و نازک خیال　　سخن دان و شیریں بیاں بایقیں
ادیبؔ و اریبؔ و لبیبؔ و حبیب　　گزین و بہین و مہین و ذہیں
سخن ملکِ او باشد از چار پشت　　کند کسبِ معنی ز روح الامیں
بہ تبریکِ خلعت تواریخ چند　　بہ من کردہ ارسال خوبؔ گزیں
مزمّل سنہ عیسویش بگفت　　تواریخ راجح عطائے متیں
۱۹ ۱۹ ۶

سنہ ہجریش نیز گفتہ دلم
جلیل المراتب عطائے متیں
۷ ۳ ۱۳ ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ ایست کہ بکمال اخلاص بشان جناب مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب رئیس حبیب گنج
وحضرت قبلہ مولانا محمد عبد الغنی خان صاحب مدظلہم حقیر فقیر سراپا تقصیر بتاریخ ۱۹ مئی سنہ ۱۹۰۱ء گفتہ و
عرض کردہ

شبان در آمد بہ نشست ماہ سیمائے (۲۰) ز عشقِ او بسرم صد ہزار سودائے
بہ کوہسارِ مروّت چو کبک طنّازی　　بمرغزارِ محبت غزالِ رعنائے
بہ شاخسارِ حیا یاسمینِ نازک بوئے　　بآبشارِ وفا گوہرِ مصفّائے

ی
بچہرہ داشت نکو طرّۂ سمن سائے
عجب

جبهٔ نکو

به قد کشیده الف یا چو مدِّ نستعلیق
چو با دو ابروے او خوب چهره آرائے
دو چشمِ نرگسِ او بر فرازِ عارضِ او
چو نقطه ها که گزارند بر سرِ تائے
دو قعرِ بینی و یک کمترک نشانِ دهن
فراز آں لبِ نوشیں نقاط بر ثائے
جو جیم جعدِ مجعّد، چو حا رخش ساده
به سر کلاهِ مکلّل چو نقطه بر خائے
زمانه چوں بکرِ دال خم به تعظیمش
چو ذال نقطه بسر از عصا به خضر لائے
هلالِ ناخنِ او رائے خطِ خوب نگار
بدست خاتم و خنصر چو نقطه بر زائے
دهن پر از دُرِ دنداں چو سینِ دنداں دار
چو شیں کشاده به بازو و سینه پهنائے
بود ز صاد به وصفِ جمالِ او صد صاد
چو ضاد مختلف الصّوت نغمه پیرائے
ز مهرِ او به سرِ سینه ام خطے زازل
چناں الف که نگارند بر سرِ طائے
برائے دفعِ نظر خالِ سرمه بر عارض
بسانِ نقطهٔ موزوں فرازِ یک ظائے
چه چشم عینِ عفاف و علاؤ نور العین
ز غینِ گیسوئے او ماه رخ به هالائے
سرش بسانِ سرِ فا مناسب و موزوں
بقاف شهرهٔ حسنش پریش شیدائے
فلک خمیده به حکمش چناں که مرکزِ کاف
چو لام زلفِ معنبر مگر چلیپائے
ز میمِ مهر و محبّت مرا کرم بخشی
به لاغری کمرش همچو موے مو پائے
شکم چو نونِ مدوّر ز ناف نقطه بر و
مگر چو نکتهٔ پنهانِ مردِ دانائے
بسانِ واو نکو گوشواره اش در گوش
چو ها دو گوشِ مذهّب چها هوس زائے
منش مطیع که تا هر چه او بفرماید
رکوع کرده اطاعت کنم چو همزائے
به مجلسش گزرِ من مگر بصفِ نعال
چو یا که درج شود در پسِ الف بائے
ز مهرِ او بودم فتح و قهرِ او کسرم
مگر به پیشِ رضایش دمے نه یارائے
گهے ز غصه چو تشدید سینه بشگافد
گهے به لطف سکوں بخشدم بایمائے
چو دیدمش که قدم رنجه کرد و لطف نمود
ببر کشیدمش و خم شدم بمنشائے

[illegible]

ن ہاں ہش دار

چو شعلہ از بغلم جست و گفت کاے بے صبر   نماے صبر کہ دارم ز تو تقاضاے
نثارِ او شدم و گفتمش کہ بسم اللہ   بجز اطاعتِ حکمت نیم تمناے
بسانِ غنچہ بخندید و گفت شاعرِ کم   ق   مگر تو یاد نداری کہ دوش در جاے
دو مردِ زیرک و دانا و فرد و کاملِ فن   ز شعرِ خود چو منت کردہ اند شیداے
بیا بہ مدحتِ شاں گوش چامۂ بنگار   کہ تا دہانِ تو بوسم ز لعلِ ہمزاے
بوجد آمدم و مست گشتم از شادی   بہ من ز فیضِ ازل گشت مطلع القاے

ن کہ تا دہانت کنم بوسہ

مرا ستودہ باشعارِ دوش یکتاے
کہ ہست در سخن او طوطیِ شکرخاے

ن بجاہ و رتبہ

زبان کشودہ بتائیدِ او خردمندے   بعلم و فضل مرا مفخری و مولاے
یکے جوانِ بفتانت چو پیرِ دانشمند   دگر چو پیرِ طریقت بعقل برناے
یکے بہ شعر بود در مذاقِ جان شکّر   دگر بہ نطق حدیثش بود چو حلواے
یکے چو کانِ بدخشاں لبانِ او پر لعل   دگر ز گوہرِ معنیش طبع دریاے
یکے امیر بہ فنِّ معانی و منطق   دگر بہ ملکِ فصاحت بود چو پاشاے
یکے بہ بزمِ سخن کامگار جمشیدے   دگر بہ رزمِ بیاں کام بخشِ داراے
یکے بلند نشینے بہ اوجِ فضل و کمال   دگر علوّ گزینے سپہر فرساے
یکے بہ بزمِ زباں آوری چو فردوسی   دگر بہ بزمِ نظامیِّ معنی آراے
یکے بہ مرتبہ چوں بوقبیس و اعلیٰ تر   دگر بہ رتبہ بود ہمچو طورِ سیناے
یکے شکار مضامیں کند ز طائرِ قدس   دگر اسیرِ سخن آورد ز عنقاے
یکے بہ شعر بود رشکِ انوری و ظہیر   دگر بہ عقل ندارد نظیر و ہمتاے
یکے ہمی کندم قدر در سخن سنجی   دگر ز لطفِ بیان ست قدر افزاے
یکے حبیبِ لبیب ست و مایۂ فخرم   دگر غنی ست کہ باشد فصیح گویاے

ن دوم کہ بفضل و دانش پیر

ن ز رازی

یکے کہ جانِ من از لطف او بود مختوم   دگر بہ قلبِ من از مہر اوست طغرائے
صفات ہر دو ز توصیفِ من بود ارفع   کہ یافتند ز یزداں مقامِ اعلائے
کجا زبانِ من و کو بیانِ شانِ حبیب   کجاست کعبۂ اطہر کجا کلیسائے
کجا صدائے گدائے کجا ثنائے غنی   کجا صنم کدہ و کو مقامِ بطحائے
ندا ن
کجا بیانِ صفاتِ جنابِ لم یزلی   کجا زبانِ یکے گنگ و ہرزہ پیمائے
بہ مدحِ شاں چو منِ بے ہنر سخن گر گفت   جنابِ حضرتِ شاں را بود نہ پروائے
ہم از محبّتِ شان ست کہ بہذلِ فقیر   ز لطف و جود نمایند سمعِ اصغائے
مرا مجال کہ دم از سخنوری رانم   عجب کہ دعوئے لینت ز سنگِ خارائے
مثالِ نظمِ من و تشبیہِ جامۂ ممدوح   چناں کہ در طبقِ گل نہی تو خزفائے
بہ پیشِ سحر بیاناں دم از فسوں سازی   مرا مجل نرسد ایں چنیں معمّائے
فقط اطاعتِ حکمِ حبیب ہست کہ من   ز سلکِ نظم شدم دُر فشاں چو دریائے
بہ شکرِ لطف خزف پارہ چند آوردم   ازاں کہ وزن شود سیم و زر بہ خارائے
و یا کہ غرّہ شدم ز التفاتِ حضرتِ شاں   کہ ہر یکے ست مرا جاں فزا مسیحائے
بحسنِ علم و عمل ہر دو وامق و یوسف   خلوصِ من کند عذرائے و زلیخائے
سزد چو ناز کنم بر نیاز مندیِ خود   کہ ہیچو من بدرِ شاں ہزار مولائے
ازیں تفاخرِ جائز بجاں مرا ہوس ست   کہ مطلعِ دگر آرم بمدحِ یکتائے
خوش ست کز پئے تعمیم سر کنم تخصیص   جدا یگانہ نہم نکتۂ بہر جائے

حبیبِ من نہ غلط - بل حبیبِ مولائے
کہ حبّ و رحم بود اسم را مسمّائے

مماثل ست بنام و سخن بہ قاآنی   مقابل ست بہ لقمان مرد دانائے
امیر و عالم و صالح فہیم و دانشمند   کریم ابنِ کریم و جوانِ رعنائے

بود سلیم و حلیم و متین و دور اندیش　　خلیق و برّ و تقی و فرشته سیمائے
سخن رس عربی فارسی و انگریزی　　برائے کسبِ علوم و فنون شیدائے
چو من که عاریم از خیر او ز شر عاری ست　　چو من که بد کنم او نیک کار فرمائے
اگر منم بجهاں زنده و نفس نه هلم　　فقط جز ایں که ز حبّش کنم مداوائے
دریں دیار که کس از کسے خبر نه بود　　برائے من بود او غمگسار مولائے
مگر نه بحرِ ثقیلش کشم به جانبِ خویش　　بکامِ تشنه لبم لطف او دهد مائے
زمینِ مقدمِ او من چو فکرِ شعر کنم　　ز مطلعِ دگر آرم بدست یغمائے

طلوعِ مطلعِ من مدحِ مسند آرائے
خجسته حضرتِ عبد الغنیِ دانائے

عروج و اوجِ کمالش بروں ز اندازه　　بوصفِ او نه رسد خود گمان را پائے
بکامِ علم و فراست بود چو آبِ حیات　　بجانِ شعر و سخن تازه کن چو صهبائے
به تشنگانِ هنر فیضِ او رساند آب　　کند تواضعِ معنی بمنّ و سلوائے
سحابِ فضل و عطا آفتابِ حلم و حیا　　بآبِ صدق و صفا خوش بیان و شیوائے
به علم و فضل بود فخرِ رازی و طوسی　　به صرف همچو خلیل و به نحو فرّائے
کمالِ او به عروج و عروجِ او بکمال　　خدایش داده کمالے فزوں ز احصائے
شگفت نیست گر از یمن صحبتش چو منے　　دریں قصیده کند فخرِ شعرِ غرّائے
خوشا که بهر نثارِ سرِ مبارکِ او　　متاعِ کاسدِ خود آوریم و کالائے
غرضکه انچه توانم به مدحِ او کوشم　　اگرچه هیچ نخیزد ز من گل اندائے
مزمّلا مگزر از حد و ادب بشناس　　که آخرش کند آرام راه پیمائے
دعا کن و ز جلیسانِ خویش آمین خواه　　که هر جلیس بود محوِ صد تماشائے
دعاءِ شاں چو ثنا شاں گزار یکجائی　　که رب یکے ست علیم و خبیر و دانائے

سخن شناس و سخن فهم تازی ست و دری

غنی ز خلق بود بے نیاز و مستغنی
حبیب مایۂ نازش عزیزِ دلہائے
برائے قاصی و دانی جنابِ شاں ملجا
برائے حلِّ معانی بوند ماوائے
مرا معاینہ حبِّ حبیب ایماں باد
نہ دیگرے بسرم باد شور و سودائے

از خط خود درست [illegible]
نجیب [illegible]

بسمہ تعالیٰ سبحانہ

(۲۱)

مژدہ اے دل سنجرِ عالی تبار آید ہمی
آنکہ اقلیمِ سخن را شہریار آید ہمی
قاصدِ فرخندہ خو یعنی بشارت را بشیر
بر درِ من بے غبار و پُر غبار آید ہمی
مژدۂ آرد کہ از تاثیرِ پُر تنویرِ آں
دل درونِ سینۂ من نو بہار آید ہمی
یعنی آں صدرِ فصیحاں با زبانِ بذلہ سنج
باز در بزمِ احبّا دُر نثار آید ہمی
دوش در بزمِ حریفاں بادہ خورد و شب گذاشت
تا چہ گرد ستیم گر با دل فگار آید ہمی
مضطرب گشتم ز جا بر جاستم آسیمہ سر
دل درونِ سینۂ من بے قرار آید ہمی
منکہ بودم در فراقش از زمانے سینہ ریش
تا چہ شد کاینک دلِ من داغدار آید ہمی
آمد و جائے دگر بکشود او بارِ سفر
ایں چہ رسمِ تازہ از آں نامدار آید ہمی
بر جگر دنداں فشردم قاصدے کردم گُسل
تا بداند از چہ رو اینش شعار آید ہمی
گفتمش از من بگو بعد از سلام و صد نیاز
کار با جاں اوفتاد و جاں بکار آید ہمی
تا چرا رو تافتی ما را پریشاں ساختی
شکوہ از تو بر لبم بے اختیار آید ہمی
صورتت در منزلِ دل انتظارت می کشد
نامہ ات اندر فراقت اشکبار آید ہمی
قاصدم رفت و بگفتش آنچہ بودش گفتنی
باز آمد داد پاسخ وقتِ چار آید ہمی
چارہ را باقی ست شش ساعت کجا صبر و شکیب
سخت تر از موت گویند انتظار آید ہمی

[illegible]

[illegible]

فکر کردم تا چگونہ خیر مقدم گوئمش در ہمیں حیرت کہ خوابِ خوش گوار آید ہمی
قلعۂ ملکِ تنم را خواب چوں تسخیر کرد صیحۂ ہاتف بگوشِ اعتبار آید ہمی
دستِ تسکیں بر دلم بنہاد از روے کرم وز زبانش چند شعرِ آبدار آید ہمی
گفت ایں اشعار اندر خاطرِ فاطر گزار خیر مقدم خوشتر از ایں نہ بہار آید ہمی
دل غماں چوں خفتہ بودم شاد دل برخاستم بر زبانم شکرِ ذاتِ کردگار آید ہمی
شعرہا را درج کردم باکمالِ عقل و ہوش تا بخوانم پیش آں کو ہوشیار آید ہمی
باز گویم آفریں استاد کارے کردۂ کز خیالش مر مرا صد شرم و عار آید ہمی
خانۂ من خانۂ خود دان و فارغ دل نشیں خانۂ یاراں ہمیشہ وقفِ یار آید ہمی
ہمچو تو استادِ یکتا مثلِ من شاگردِ فرد می توانم گفت کے در روزگار آید ہمی
گر بہ شاگردی پذیری منت بر جانِ من ورنہ خود از صحبتِ تو افتخار آید ہمی

[illegible]

مختصر مزمّلِ عاصی سزاے مہرِ تست
کم چو او در ایں زمانہ مردِ کار آید ہمی

[illegible]

بسم اللہ خیر الاسماء

اے صنادیدِ قومِ شروانی (۲۲) وے مفخّر بہ نسلِ افغانی
اے بزرگانِ خانوادۂ ما وے جوانانِ ایلۂ خانی
از قدومِ شریفِ تاں امروز فخر دارم ز فضلِ یزدانی
وز قدم رنجہ کردنِ احباب شد دلم شاد و چشم نورانی
شکر واجب بود بذمّۂ من کہ چنین ست حکمِ قرآنی
بعد اظہارِ منت و احساں عرضِ مطلب کنم بآسانی

ل بموقع جلسۂ شروانی اسکول چھرہ ضلع علی گڑھ کہ بماہ اگست ۱۸۹۷ء افتتاح پذیرفت مرتّب

خوانم این شعرہائے نغز و لطیف   گر توجہ کنید ارزانی
چہ حکایت کنم ز قضیۂ خویش   اے بسا دردہائے پنہانی
دلِ من پُر ز دردمندیِ قوم   جاں بود مبتلائے حیرانی
جگرِ من کبابِ سیخِ الم   تنِ من پیکرِ پشیمانی
ہمہ روزم بہ فکر می گزرد   ہمہ شب این من و پریشانی
در خیالِ عروج و پستیِ قوم   ہمّ و صد ہزار حیرانی
یادِ ایّامِ شہریاریِ غور   یادِ آں صولتِ خراسانی
یادِ آں جدِّ پاک شاہ حسین   کہ بعرغشت کرد مہمانی
یاد ابنائے عمّ لودی ہا   یادِ آں طمطراقِ سلطانی
یادِ اقبال و شوکتِ سوری   یاد فرّ و شکوہِ شاہانی
یادِ اوجِ زمانِ شاہجہاں   مرحمت ہائے ظلِّ سبحانی
یادِ آں ثروتِ شجاعت خاں   واں سپہداریِ عمر خانی
یاد شان و شکوہِ راج مئو   یاد آں مردِ یوسفِ ثانی
یادِ ہنگامہائے مرہٹہ ہائے   حملۂ شیر مردِ درّانی
یادِ جنگ و جدال با جاٹاں   یادِ زخمِ سنان و پیکانی
یادِ انعام از گسائیں ہا   کاں و بنگر امیرِ لاثانی
بر بہ اجدادِ ما کرامت کرد   آنچہ بودش بجدّ امکانی
یادِ ہژدہ صد و سہ ۱۸۰۳ء سالِ مسیح   یادِ فتح عظیم برطانی
یادِ تسخیرِ قلعۂ کوئل   یادِ تخلیص از پریشانی
یادِ آں افسرانِ انگریزی   یادِ بخشش و سیلۂ نانی
یادِ آں باز خانِ با اقبال   بر روانش درودِ یزدانی

بود چوں شیرِ شرزہ در میداں   جانِ ایمان در مسلمانی
یافت عزّت ز نیشنِ انگلش   گشت اقبالِ قوم را بانی
کرد جنگِ عظیم در دادوں   بہ تفنگ و بہ تیرِ ترکانی
زخم ہا خورد در صفِ ہیجا   آخرش یافت فتحِ تابانی
یادِ داد و خاں نیک اختر   صدر را علائے بزمِ انسانی
یادِ اوج و عروج و اقبالش   ہمچو خورشید در درخشانی
یادِ حج و زکوٰۃ و صوم صلوٰۃ   یادِ حبّ و ودادِ ایمانی
ہر یکے در محبتش کوشاں   ہندو و ہم یہود و نصرانی
گرد بر گردِ خوانِ انعامش   عربی، کابلی و ایرانی
خوش بیانِ خوش مذاقِ خوش تدبیر   ماہرِ فنِّ طبِّ یونانی
در سخاوت چو حاتمِ طائی   در محبّت چو پیرِ کنعانی
صاف گو راست باز صدق بیاں   متوکّل بفضلِ رحمانی
ربط ضبطش بجا کمانِ زباں   عزّتش در عیان و پنہانی
خیر خواہیش در زمانۂ غدر   واں خلوصش بہ تاجِ برطانی
کوششش از برائے امن و اماں   ہمہ با صرفِ مالی و جانی
ربّ اغفرلہ وارحمہ   انت باقٍ و کلّنا فانی
تا کجا قصۂ سلف خوانم   از خلف بایدم سخن رانی
آں سلف صالح و خدا آگاہ   ایں خلف غرقِ بحرِ عصیانی
آہ از جہل و از تجاہلِ ما   آہ از خودسری و خود دانی
آہ از کینہ و نفاق و حسد   آہ از ابتری و ویرانی
آہ از معصیت پناہیِ ما   آہ از جذبہائے شیطانی

روزہ نماز

[illegible]

آہ از غفلت و تغافلِ ما   آہ از بے سری و سامانی
آہ از کردہا و از ناکرد   سہل انگاری و شغف رانی
آہ ازیں زمانِ شہر آشوب   آہ ازیں زمانِ طوفانی در چھترہ
شرم از فخرہائے بیہودہ   شرم بر غمزہاے شترانی
آو رخ از کردہاے ناہموار   آو رخ از سلبِ ننگِ افغانی
حیف بر ما و بر شرافتِ ما   حیف بر غلبہاے شہوانی
قومِ من مستِ خوابِ ناز و غرور   وقت خواہانِ سعیِ مردانی
تا کجا کاہلی و سستی و جہل   تا کجا دستِ غم بہ پیشانی
از براے خدا و بہرِ رسول   واگزارید راہِ نادانی
ہمہ بالاتفاق برخیزید   ہمہ با یک دل و یک جانی
ہر یکے با کمالِ صدق و صفا   ہر یکے در رضاے یزدانی
جملہ کوشید در ترقی قوم   اے بزرگاں اقاصی و دانی
اُطلبِ العلم بر زباں آرید   ہمہ از دولتِ مسلمانی
دین و دنیا تلاشِ افغان ست   علم و دولت معاشِ شروانی
نیزۂ شاں شد قلم زباں شمشیر   کاغذ آمد جگاہِ چوگانی
گر زمانے بریں روش باشید   حق دہد خاتمِ سلیمانی[1]
گوئمت خاتمِ سلیماں چیست   علمِ دنیا و علمِ عرفانی
علم باشد عصاے ہر موسیٰ   علم بشر را کند نگہبانی
علم جاں بخش چوں دمِ عیسیٰ ست   ہم جہاں بخش و ہم جہاں بانی
علم در ہر زباں کہ بود نکوست   عربی یا زبانِ سریانی
منحصر در زمانۂ امروز   علم حاجت بود بجز دانی

[1] کنایۂ بلیغ ازیں واقعہ کہ سلیمان خاں صاحب رئیس چھترہ مال و منال افزداشت و توجہ بجالِ مدرسہ موفور۔ مگر از حوادثِ روزگار و قضاے ایزد کردگار مجبور ماند و از اتمام کار معذور۔ "فانا للہ و انا الیہ راجعون"
مرتب

مگر از آسماں نبارد علم   این نہ آید ز مشقِ دہقانی
علم خواہد کہ جاں بہ من بازید   تا دہم اجر لعلِ رُمّانی
علم گوید کہ صرف زر بکنید   تا کنم بر شما دُر افشانی
پس عزیزاں زنوشداروے علم   دردِ خود را کنید درمانی
بس مزمّل زباں بکام گزار   تا کجا این ہمہ غزل خوانی
تا کجا وعظ ہاے نغز و شگرف   تا کجا پند ہاے لقمانی
تا کجا رزم گو چو فردوسی   تا کجا بزم خواں چو خاقانی
تا کجا فیض خواہ از سنجر   تا کجا راز جو ز قاآنی
ہاں بہ شغلِ دعاے قوم بکوش   درگزر از فلان و بہمانی
ربّ ارحم علیٰ جماعتنا   حالِ ما ایزدا تو می دانی
بہ طفیلِ نبیؐ و آلِ نبیؓ   رحمتِ خویش دار ارزانی
شوقِ علمی بہ بخش و ذوقِ عمل   حلِّ مشکل نما بآسانی
دولتِ حُبِّ دین و دنیا بخش   دور دار از خراب و ویرانی
دوستاں شاد دشمناں پامال   جانِ حُسّاد در پریشانی
سعی ہاے حبیب رحمٰن خاں   جملہ مشکور کُن کہ منّانی
درس گاہِ علومِ مدرسہ را   ذاتِ او باد سیدِ ثانی
من و سوداے خیر خواہیِ قوم   قوم و دریاے جودِ ربّانی

شکر گویانِ فضلِ تو باشم
تا بآں دم کہ جان بستانی

[illegible]

مثنوی

شعرلا اعلم[1] ؎

رسم ست کہ مالکانِ تحریر
آزاد کنند بندۂ پیر

عرض کردہ ام ؎

مزمّلِ خستہ دل کہ پیر ست (۱) در مجلسِ قوم ہنوز اسیر ست
نے پائے فرار در رستگاری نے جائے قرار و استواری
نے تابِ فغان و شیون و آہ نے طاقتِ صبر قصّہ کوتاہ
نے کیسۂ زر بقدرِ ہمّت نے کار بمقتضائے فرصت
نے سنگ دلم نہ آہنی دل از دستِ دلم بہ سخت مشکل
دل گرچہ فراخ جیب تنگ ست انکارِ سوال عار و ننگ ست
در خدمتِ خلق استوارم ہرچند ضعیف و خاکسارم
مقسوم نمی تواں خریدن بر باد نمی تواں پریدن
کشتِ اُمّید رفت بر باد
فریاد خدائے پاک فریاد

(بوقت صبح بمقام کوٹھی نذری موزوں کردہ و بموقع جواب ایڈریس
مارہرہ اسلامیہ اسکول خواندہ شد - ۲۴ ر فروری سنہ ۱۹۲۲ء)

---

[1] سعدیؒ در گلستاں مرتب

حکایت و شکایت

حبیبِ[۱] ما کہ مہیّاست صیدِ دلہا را (۱) بیک ارادہ کند خونِ صد تمنّا را ۱
گہے بمہر کند رام مرغِ وحشی را گہے بقہر براند ادیبِ یکتا را
گہے بہ غمزہ برد ہوش از سرِ زاہد گہے بعشوہ فریبد ہزار دانا را
گہے حلال کند خونِ عاشقِ مسکیں گہے حرام کند بادۂ مصفّا را
گہے بمصطبۂ شعر درسِ عشق دہد گہے فروغ دہد منبر و مصلّا را
گہے بمنزلِ من آمدن کند وعدہ وفا بغیر کند گاہ عہدِ فردا را
غرض کہ دوش مرا منتظر گزاشت گزشت بہانہ کرد تماشاے کوہ و صحرا را
برائے سیرِ حریفِ دگر بہمرہ برد خبر نہ کرد عزیزانِ ناشکیبا را
سفر مبارک و عمرش دراز و بخت بکام خدا کند نہ پسندد دگر جدا ما را
قیام گاہ چو معلوم نیست نامہ گسیل چساں کنم کہ ندانم مقامِ عنقا را
صبا پیامِ من ایں شعرِ بلبلِ شیراز ق رساں جلیس و انیسِ نگارِ رعنا را
"چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را"
منِ غریب و تمنّائے وصلِ تو ہیہات بہر حریص نہ بخشند منّ و سلویٰ را
غلامِ سیرتِ خوبیم و جاں ہمی بازیم براہِ دوست اگر خو کند تولّا را

من و خدا کہ مزمّل نیاز مندِ شماست
سواے مہر نخواندہ است ہیچ الف با را

---

[۱] نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرتب

قطعات

قطعۂ تاریخ

۱ تیغِ[1] فولاد و قبضۂ زرّیں (۱) کمر و فرقد و قبا و عبا
سندِ خدمت و رضامندی بمن از والیسرائے شد چو عطا
سنہ ہجریش داں فروغِ دوام
۱۳۳۷ھ
بہز قلّ سروش کرد ندا

(۲۴ دسمبر ۱۹۱۸ء)

لیس للانسان الّا ما سعیٰ

سعی کن در کار اے مردِ خدا (۲) کار در دنیا و در عقبیٰ جزا
کارِ دنیا ہم بغیر از جہد نیست "لیس للانسان الّا ما سعیٰ"

(بوقت سہ پہر ۳ ستمبر ۱۹۳۳ء بھیکم پور)

ھو الغفور الرحیم

عمرم بہ شصت و ہفت رسیدست اے خدا (۳) از صد ہزار طاعتِ تو یک نشد ادا
قد جئت عند بابک یا غافر الذنوب الملتجی بعفوک یا من لہ البقا

تا فانی الفنا

(شب مابین ۱۷ و ۱۸ ستمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] اجزائے خلعت بہ سلسلۂ وصلۂ خدمات جنگ عظیم
مرتّب

اللہ الصّمد

(۴)

سرگرم کلام آمدہ ام مدحِ رسا را   کلکم ہمہ آمادۂ صد مدح و دعا را
حکم آمدہ در مہلہ ہر کلمہ در آرم   سدّ آمدہ در راہ سرِ ملح سرا را
ممدوحِ مرا علم و عمل حاصلِ طالع   دادارِ کرم دادہ کرام الامرا را
مزمّلِ علّامہ دعا کردہ اعادہ
در درگہِ اللہ سحرگاہ و مسا را

(حسب فرمائش مسٹر ہملٹن صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ علی گڑھ
بتاریخ ۵ رجنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

ھوالقدیر

[illegible] ٦٠.

طرفہ ترجا نیست بھیکم پورِ ما[1]   (۵) نیست کس تا بہ کند ناسورِ ما
از بلائے تیرگیِ اختلاف   شد سرِ مارِ سیہ کافورِ ما

(شب مابین ۳ و ۴ ستمبر سنہ ۳۳ء بھیکم پور)

ھوالمستعان

رحم کن یارب بہ بھیکم پورِ ما   (۶) فضل کن بر قریۂ رنجورِ ما
دور کن از ما نفاق و اختلاف   صدقۂ جدّ و ابِ مغفورِ ما

(۴ رستمبر سنہ ۳۳ء قبل دوپہر۔ بھیکم پور)

---

[1] مولد و مستقر ریاست نواب صاحب مرحوم   مرتّب

بسم اللہ سبحانہ

در رسیدِ زر[1] رسیدہ نظمِ تابانِ شما (۷) شادماں گشتم ز شعرِ شکّر افشانِ شما
زر کہ در مِلکِ من ست البتہ انعامِ خداست ہدیۂ نظم ست بر حزّ مّل احسانِ شما
(۲۷ ستمبر ۱۹۳۱ء)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

حول و قوّت نیست کس را غیرِ ذاتِ کبریا (۸) با علوّ و عظمتِ او کارہا گردد روا
ایں عقیدہ پیش گیر و در عمل مردانہ کوش ہمّت از مرداں بود امداد باشد از خدا
(شب ۱۸ و ۱۹ اگست ۱۹۳۳ء)

ب شعر گفتن چیست؟ گویم با تو اے عالی جناب (۹) گنجِ پنہاں را عیاں کردن برائے احتساب
خونِ دل خوردن جگر کاویدن و جاں سوختن چیدنِ گلہائے معنی در امیدِ انتخاب
(شب ۷ جولائی ۱۹۳۳ء)

شبِ ماہتاب ست و غافل بخواب (۱۰) نداند بہائے شبِ ماہتاب
شبِ ماہتاب اے کہ جانِ پدر نباید کہ ضائع کنم جاں بخواب
(شب مابین یکم و ۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] شاعرے و سیدے و سجّادہ نشینے رافی ساعة العسرة دست گرفتہ بودند مرتّب

(۱۱)

سالِ نو یادا مبارک باطرب   برعبیداللہ خاں از فضلِ رب
ایں رباعی را مزمّل عرض کرد   فی البدیهه باخلوص و باادب

(بجواب مبارک باد سالِ نو ایں رباعی[۱] گفته بخدمت کنور محمد عبیداللہ
خاں صاحب رئیس دھرم پور ضلع بلند شہر ارسال کرده شد - ۵ رجنوری
سنه ۱۹۰۸ء یوم یک شنبه بمقام بھیکم پور وقت $9\frac{1}{2}$ نه و نیم ساعت صبح نوشتم)

(۱۲)

مزمّل رحمتِ حق بے حساب ست   کسے را کے مجالِ احتساب ست
بجائے چار بارش پنج مه شد   همه روئے زمیں دریائے آب ست   ق

(سه پهر ۲۰ر اکتوبر سنه ۱۹۳۳ء اثنائے راهِ داوود...)

(۱۳)

خیّام بگوید که جهاں جمله سراب ست   سرمایهٔ گیتی همه عیش ست و شراب ست
من نیز جهاں را گزراں دانم و لاشے   در مشربِ من حاصلِ آں کار ثواب ست

(شب مابین ۲۰ و ۲۱ ستمبر سنه ۱۹۳۳ء)

(۱۴)

برزمینداران[۲] یوپی - عرصه تنگ افتاده است   ناخدا بیچاره در کامِ نهنگ افتاده است
نیست چوں سرکار را اصلا سرو کارے زما   کاشتکار اغوا شده از ما بجنگ افتاده است

(به اثنائے سفر اله آباد - در ریل ۱۴ر اکتوبر سنه ۱۹۳۳ء)

---

[۱] مراد از چار مصرعهٔ قطعه - مرتب [۲] اشاره بمعاملات فی مابین حکومت کانگریسی و طبقهٔ زمینداران مرتب

بسم اللہ تعالیٰ شانہ

[illegible]

درمیانِ مذہب و سائنس جنگ افتادہ است (۱۵) برگروہِ حق پرستاں عرصہ تنگ افتادہ است
دورِ تیر و نیزہ و شمشیر و خنجر درگزشت حالیا ہنگامہ با توپ و تفنگ افتادہ است
(شب مابین ۱۱ و ۱۲ جولائی ۱۹۳۳ء)

طرفہ شغلِ شاعرم اختیار افتادہ است (۱۶) کارہا بسیار و دل در انتشار افتادہ است
شب تخیلہائے مضموں روزہا موزوں کنم جانِ مزمّل رہینِ خلفشار افتادہ است
(شب مابین ۱۱ و ۱۲ ر اگست ۱۹۳۳ء)

ضیاء الدین احمد ڈاکٹر در علمِ اعداد است (۱۷) ضیاءِ دین و دانش از برائے او خدا داد است
بہر کس و آدمی بخشد ز ہر یک داد می گیرد فقط بر بندہ مزمّل ز بے مہریش[1] بیداد است
(شب مابین ۸ و ۹ ر اکتوبر ۳۳ء)

مادیانے کہ ز لندن بجہاز آمدہ است (۱۸) دور و دم ہست کہ از راہ دراز آمدہ است
رنگ مشکی است چو گیسوے بتانِ طنّاز در تگاپو ہمہ رہ شعبدہ باز آمدہ است
(شب مابین ۲۰ و ۲۱ ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] تلمیح لطیف و ملیح بقول من عزّوجلّ "لما قُضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطٰن" (من اولہا الیٰ آخرہا)
مرتب

ھو القاھر فوق عبادہ

ہر مکینے را مکانے دیگرست (۱۹) ہر زبانے را بیانے دیگرست
حکمراں در ہند بسیارند لیک مالکم ہیلی[1] شانے دیگرست
(۱۱ ستمبر ۱۹۳۳ء در پنج دقیقہ موزوں کردم)

ہرگز گماں مدار کہ شیطاں قوی ترست (۲۰) متاعِ خیر ہست و زانساں قوی ترست
در جہدِ کارِ خیر بماں۔ وسوسہ گزار "دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی ترست" دشمن

شاعری در موسمِ باراں خوش ست (۲۱) سیرِ جوئے[2] نیم با یاراں خوش ست
موسم سرما شد و خوں سرد گشت مشق با چوگان و اسواراں خوش ست
(شب مابین ۲۱ و ۲۲ نومبر ۱۹۳۳ء)

چیف جسٹس سر سلیماں[3] آنکہ فخرِ قومِ ماست (۲۲) بندہ را ممنون کرد و حاضریِ من بخواست
حاضرم چوں مور در پیشِ سلیمانِؑ نبی خواہ کُش یا دانہ دہ قربانِ تو۔ فرمان تراست
(باثنائے سفر الہ آباد در ریل ۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] سر میلکام ہیلی (حال لارڈ ہیلی) سابق گورنر صوبۂ ہذا مرتب

[2] نیم ندی کہ بھیکم پور قدیم عین برلب آں واقع ست مرتب

[3] آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان نائٹ ایم اے، ایل ایل ڈی بیرسٹرایٹ لا۔ سابق چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ، حال جج فیڈرل کورٹ انڈیا و وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مرتب

حبّ الوطن من الایمان

اگر وطن چمن ست از سیاستِ مدن ست (۲۳)   وگرنہ مزبلہا جاے زاغ و ہم زغن ست
باتّفاق بکوش از براے خوبیِ ملک   کہ اتّفاق سبیلِ ترقیِ وطن ست

(شب مابین ۳۰ ستمبر و یکم اکتوبر ۳۳ء)

(۲۴)
فضاے عالمِ خاکی ہمہ برباد و ویّران ست   ہزاراں فتنہا در دامنِ این زماں نہاں ست
مشو نومید چوں شرّے دریں عالم پدید آید   "عسی ان تکرھوا شیئا لکم خیرا" بقرآن ست

(شب مابین ۳ و ۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

محمدؐ رحمة للعالمین ست (۲۵)   سزاوارِ ہزاراں آفرین ست
حدیثِ اوست شرحِ سرِّ عرفاں   ہدایت نامۂ دنیا و دین ست

(شب مابین ۱۹ و ۲۰ اگست ۳۳ء در وقفہ ہاے خواب و بیداری نوشتہ شد)

ھو اللہ السّمیع العلیم

زباں یک مضغۂ بے استخوان ست (۲۶)   ولیکن زیرِ فرمانش جہان ست
بلا گفتن بلاہا بر سر آرد   بلیٰ گفتن براتِ عاشقاں ست

(شب مابین ۲۰ و ۲۱ اگست ۳۳ء)

اللہ باقی من کلّ فانی

ریاض الحسن آں امینِ ریاست[1] (۲۷)   کہ بُد صاحبِ عقل و ہوش و فراست
"ظفر منزل" ایں قلعہ را نام کردہ   روانہ شدہ زیں جہاں سوے جنّت[2]

(شب مابین ۲۳ و ۲۴ ستمبر ۱۹۲۳ء)

---

[1] ریاست خود   [2] مادّۂ تاریخ ۱۳۰۶ھ ہم دارد - مراد از قلعۂ نو کہ باسم "نئی گڑھی" ہم موسوم ست
مرتّب

سنہ ۱۹۲۷ء
در سالِ نوزده صد و بالاش بست و هفت (۲۸) این[ل] خانۂ خدا که به اتمام نقش بست
یارب قبول کن ز من این هدیۂ حقیر مُقِلِّ غریب گنه گار و بیکس ست
(شب مابین ۲۴ و ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

بعلم و فضلِ خود نازش ذمیم ست (۲۹) تفاخر بر همه دانی سقیم ست
مگر آگه نه از نصِّ قرآں که فوقَ کُلِّ ذی علمٍ علیم ست
(۶ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

مفتیِ شام که با جملۂ شکوه و شان ست (۳۰) اے خوشا وقت که در خانۂ من مهمان ست
شکوه ها از طرفِ ملکِ خودش هست بسے بنده از غفلتِ یارانِ وطن حیران ست
(۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

حاصلِ دنیا فقط کارِ نکو ست (۳۱) کارِ نیکو مغز و باقی جمله پوست
مردِ صالح باش و از طالح گریز از همه بگسل سوائے ذاتِ دوست
(شب مابین ۲۹ و ۳۰ اگست سنہ ۳۳ء)

هو العلی الحلیم
کشتی قوم در تلاطم هست (۳۲) اتفاق از میانِ ما گم هست
بر نفاق ست انحصارِ عمل اے خدا جائے صد ترحم هست
(۱۱ جون سنہ ۱۹۳۳ء شب)

[ل] مسجد قلعۂ ظفر منزل

۳۶۵۰

مسلم و اسراف ہر دو لازم و ملزوم ہست (۳۳) ہر کہ مسلم نیست اندر این زمانہ شوم ہست
برکتِ اسراف بیں در خانۂ اعیانِ قوم — خانہ ویران ست بر سقفش صدائے بوم ہست

خانہ ویران ست و در وے آشیانِ بوم ہست

(۸؍ جولائی ۱۹۳۳ء)

قطعۂ تاریخِ باغِ دادوں

جنابِ اقدسِ احمد سعید خاں مرحوم (۳۴) چو روے پاک ز چشمِ جہانیاں بہ نہفت
دلِ عزیز ابو بکر خاں بہ ماتمِ او — ہمیشہ رنجہ بماند و بہ ہیچ گہ نہ شگفت
بہ یادگارِ پدر از سعادتِ ازلی — "سعید باغ" نصب کرد و دُرِّ نیکی سفت
مزمّل از سرِ جودت برائے تاریخش
"بنام والدِ ماجد سعید باغ" بگفت

۱۳۲۹
۳ ج
۱۳۳۲ھ

(۳۰؍ جولائی ۱۹۱۸ء)

اے مزمّل ہیچ میدانی دلت دربندِ کیست (۳۵) جلوۂ بے حاصلِ معشوقۂ دنیات چیست
حیلہ و مکر و فریب و بے وفائی و نفاق — بر چنیں محتالہ دل بستن کمالِ ابلہی ست

(شب مابین ۲۲؍ و ۲۳ نومبر ۳۳ء)

عجب مدار چو شعرم ز عشق و بادہ تہی است (۳۶) نہ ذکرِ مطرب و ساقی نہ گل نہ سرو سہی است
سخن درست بگویم اگر کنی باور — گہے نہ بادہ کشیدم نہ عشق و بوالہوسی است

چشیدم

(شب مابین ۲۹ و ۳۰؍ اکتوبر ۳۳ء)

حسنؔ ملّا ز خیر بہ فردِ تو نام نیست (۳۷) اندیشہ ات ز فرقِ حلال و حرام نیست
"لَا تقنطوا" بیا دم و بخشایدم خدا "در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست"
(۷ جون سنہ ۱۹۰۲ء در اثنائے راہ علی گڑھ)

ھو اللہ الولی

دوستانند کہ با تو ہمہ شاں خندہ لبی ست (۳۸) دشمناں را ہمہ آزردگی بے سببی ست
تو بشغلِ عملِ خویش بمان و خوش باش ایں ہمہ دوستی و دشمنی حرماں طلبی ست
(شب مابین ۹ و ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء و بقیہ بوقت صبح ۱۰ ستمبر)

اے آنکہ بجز ذاتِ تو فریاد رسے نیست (۳۹) غیر از تو مرا در دو جہاں دادرسے نیست
بکشائے درِ رحمتِ خود بر منِ مسکیں جز حجّ و زیارت بدلِ من ہوسے نیست
(شب مابین ۷ و ۸ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

مولوی گر بد کند ہم مولوی است (۴۰) من اگر نیکی کنم عینِ بدی است
درسِ قرآں خوانم و درسِ حدیث مدعی گوید کہ ایں ہم جاہلی است
(شب یکم اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

الغیاث از بارِ عصیاں الغیاث (۴۱) الغیاث از جہل و نسیاں الغیاث
المدد اے مالک الملک المدد الغیاث اللہ رحمٰن الغیاث ف
(شب مابین ۸ و ۹ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ج

رواج ہست کہ بر ہر سرے کہ باشد تاج (۴۲) بہر طریق کہ آساں بود بگیرد باج
بہ ہند طرزِ نوی در خیالہا باشد نہ تاج باشد و نے باج درکفِ سواراج[1]

[illegible]

(شب مابین ۲۲ و ۲۳ اکتوبر سنہ ۳۳ء)

۱۹۳۵ء
بسالِ نوزدہ صد سی و ہم پنج (۴۳) شدم فارغ ز افکار و غم و رنج
مشرّف گشتم از حج و زیارت ربودم از سعادت گنج در گنج

ح

ز خوابگاہ چو خورشید بر دمد بہ صباح (۴۴) صلا دہد کہ بود خونِ بے گناہ مباح
چو سر بہ تکیۂ خواب آورد بوقتِ غروب بہ "شہرِ عاشق" شب می دہد بہ ظلم صلاح

(شب مابین ۴ و ۵ نومبر ۱۹۳۳ء)

خطبۂ صدرِ عبیدی[2] کہ بیانیست فصیح (۴۵) بہ عبارات و بلیغ و بہ اشاراتِ ملیح
پند ہائے کہ درو بہرِ مسلمانان ست جانِ تعلیم و عمل راست چو اعجازِ مسیح

(شام و شب ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

د

در الٰہ آباد کہ آباد باد (۴۶) حضرتِ سپرو[3] بکمالِ وداد
گفت کہ آیم بحضورش ضرور چائے خورم غم نخورم از فساد

(باثنائے سفر الٰہ آباد در ریل ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

[1] اشارۂ فصیح و صریح تبدیلیِ و تلبیسِ کانگریس۔ مرتب

[2] مولانا عبید اللہ سندھی عالمِ مشہور۔ مذہبِ سکھ را ترک گفتہ در آغوشِ اسلام آمدہ۔ بخوفِ حکومتِ انگلیسی در سنہ ۱۹۱۵ء از ہند بیرون رفت و در اواسط سنہ ۱۹۳۸ء باجازتِ حکومت کانگریسی واپس آمد و در کلکتہ صدرِ "جمعیت علمائے ہند" شد و خطبۂ سیاسی داد۔ مرتب

[3] ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو مقنن و ادیبِ سیاسی شہیر۔ وطنش در الٰہ آباد و اصلش از کشمیر۔ اہلِ ملک را بلا تفریق ظہیر و نصیر خصوصاً در معاملاتِ ریاست و عدالت نوّاب صاحب مرحوم را مشیر با تدبیر۔ مرتب

بسمہ تعالیٰ شانہ

چہ نسبت ست بہ اقبالؔ بندۂ ناشاد (۴۷) بغیر ایں کہ بود داغ ہر دو را اُستاد
دگر ہمیں کہ ز درد و غمِ تباہیِ قوم   یک از لہور و یک از کول می کند فریاد
لاہور ۱   علی گڑھ ۲
(شب ما بین ۳ و ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء)

دلم ہر لحظہ بر جانم ز ہر سو انتشار آرد (۴۸) بکارِ دیگراں مصروفیش صد خلفشار آرد
ہزاراں بار گفتم صد ہزاراں بار می گویم   کہ اے شوریدہ سر ایں قصہ رنجِ بیشمار آرد
(شب ما بین ۲۵ و ۲۶ نومبر ۳۳ء)

ھوالعلیم

شاعرک طرفہ ماجرا دارد (۴۹) گہ بیک لحظہ شعرہا آرد
گہ پئے مصرعے و قافیئے   مدتے سر ز فکر می خارد
(شب ما بین ۲۴ و ۲۵ ستمبر ۱۹۳۳ء)

یارِ ما طرفہ خصلتے دارد (۵۰) مخلصِ خویش را بیازارد
ہر کہ پروائے او ندارد ہیچ   پیشِ او لابہا ہمی آرد
(۲۳ جولائی ۱۹۳۳ء)

سنجر آہنگِ الاماں دارد (۵۱) گلہ از جورِ آسماں دارد
اے مزمّل بہ دادِ آدمی رس   قولِ مردانِ دہر جاں دارد
(۴ جون ۱۹۰۱ء ساعت دہ و نیم شب)

(۵۲)

سخن ہا ہست در عالم کہ بر خاطر گراں باشد   ہزاراں فتنہ در دنیاست کز آں خوف جاں باشد
مشو دل تنگ از شرّ و شرارت ہائے ایں دنیا   خدا شرّے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

(شب ما بین ۳ و ۴ ر اکتوبر ۳۳ء)

(۵۳)

دلِ من ہیچ نداند کہ چہ آساں باشد   گاہ حیراں بود و گاہ پریشاں باشد
ہیچ از من نپذیرد۔ نہ کند گوش بمن   پس منزّل صلح از من بچہ عنواں باشد

سخن

(شب ما بین ۳ و ۴ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۵۴)

نوازش ہائے سپرو[1] بہرِ ہر خرد و کلاں باشد   بسانِ ابر فیضانش بکشت و بوستاں باشد
دو سہ روزست تا شد و پسرے ہند مہمانش   ببیں امروز منزّل غریبے میہماں باشد

(بہ اثنائے سفر الہ آباد در ریل ۱۴ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۵۵)

ہیچ ما کہ ڈاکٹر باشد   نام رنجیتِ با ظفر باشد
حکم فرمود تا شوم حاضر   آرڈر ہست و کے مفر باشد

(الہ آباد۔ شب ما بین ۱۴ و ۱۵ ر اکتوبر ۳۳ء)

(۵۶)

دریں دنیا بغیر از غم نباشد   مگر بسیار باشد۔ کم نباشد
ز خاک افتادگاں گردے نشوئید   بخوں غلطیدگاں ماتم نباشد

رویند

(۱۶ ر نومبر ۱۹۰۲ء بمقام بھیکم پور بہ چند دقیقہ وقت
سہ پہر درست کردہ شد)

---

[1] نیز ملاحظہ باشد شمارہ ۴۶ مرتب.

ہُوَ الباقی

ہستیِ دہر مپندار کہ یکساں آمد (۵۷) شادی و غم ضرر و نفع بہر آں آمد
صبح ہر روز بہ سامانِ دگر جلوہ کند "کل یوم ہو فی شان" بہ قرآں آمد
(۵ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

خدائے ما احد ست و خدائے ما ست صمد (۵۸) نہ ہیچ کس بودش والد و نہ ہیچ ولد
نہ رشتہ اش بہ کسے و نہ کفوِ اوست کسے نہ از کسے بودش احتیاجِ نصر و مدد
(متعلق مضمون رسالہ معارف گفتہ شد) (۱۷ و ۱۸ ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

طفلاں بریشِ پیر نمایند ریش خند (۵۹) غافل ازیں کہ ایں ہمہ طفلی ست تا بچند
گردانِ گیتی بر گردانِ سال خورد از شوخی آورند بہ اُمیدِ قید و بند
(خطاب بجواب جناب حافظ محمد علی اکبر خاں صاحب حسن پوری المتخلص بہ رین بسیرا) (۲۷ ر جون سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن (در ۵ دقیقہ))

خداوندانِ یونیورسٹی آخر اماں دادند (۶۰) بہ نزد پنج و چل سالم نویدِ شایگاں دادند
چہ کردم خویش را از کارِ وائس چانسلری ڈسمس بمن از ڈگریِ ایل ایل ڈی نام و نشاں دادند
(شب مابین ۲۳ و ۲۴ ر نومبر سنہ ۳۳ء)

مرا بغیرِ طلب ہوم ممبری دادند (۶۱) بکمترینِ جہاں اوجِ برتری دادند
ز قدردانیِ سر مالکم جزائے عمل نواب بودم و حالا بہادری دادند
(بوقت صبح گورنمنٹ ہاؤس الہ آباد۔ ۱۰ ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء
بہ عہد گورنری سر نواب صاحب چھتاری)

ھوالعلی العلیم

دوستاں کینہ ورزیدہ خرد باختہ اند (۶۲) بہرِ آزردنِ من انجمنے ساختہ اند
دوستی ہست بہ پیدا و بہ پنہاں خفگی تیغِ بیداد و جفا بر سرِ من آختہ اند
(۳ و ۴ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

سنہ ۱۹۱۰ء
بہ سالِ یک ہزار و نہ صد و دہ (۶۳) بہ نوّابی مرا ممتاز کردند
مزمّل گفت در تحسینِ ایں کار درِ انصاف بر ما باز کردند
(بر بسترِ خواب شب مابین یازدہ و دوازدہ - بمقام بھیکم پور -
بتاریخ ۱۲ جون سنہ ۱۹۲۴ء گفتہ شد)

اگر تو سست و ضعیفی دلت فگار کنند (۶۴) وگر تو چست و قوی از تو اعتذار کنند
ز گاؤ شیر بدوزند و رم ز شیر کنند گیہ ز ہیچ کنند و حذر ز خار کنند
(شب مابین یکم و ۲ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

صحت و دولت گرت حاصل بود (۶۵) عقلِ استعمالِ ایں کامل بود
بہرہا یابی ز آرام و خوشی بہرِ یاراں فیضِ تو شامل بود
(شب مابین ۲۰ و ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

بادیہ پیمائے غربت بادہ پیمائی چہ سود (۶۶) مژدہ کے مردی کند کر کے شنید آوازِ عود
بے عمل ہرگز نیابد دولتِ دنیا و دیں در عمل می کوش مزمّل پئے مقصود بود
(۹ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۷)

حسد عذابِ الیم ست و غصۂ بے سود   حسود رنج کند شکر می کند محسود
مکن ستیزہ ز تقدیر و حکمِ ربِّ قدیر   بدستِ تو نہ دہند اختیارِ بود و نبود
(۲ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

سنہ ۱۹۲۵ء
(۶۸)

بسالِ بست و پنج و نوزدہ صد   شدہ اتمام این قصرِ مشیّد
مُزمل منزلش موسوم کردم   بہ یک گوشہ شدہ تعمیرِ معبد (مسجد)
(کوٹھی علی گڑھ ۲۳ر ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۹)

زما شوریدگاں شیون نیاید   کہ جوئے آب از گلخن نیاید
اگر سوزانیم خاموش سوزیم   کہ دود و شعلہ از آہن نیاید
(۱۸ر نومبر سنہ ۱۹۰۲ء مقام بھیکم پور بعد مغرب در جلسۂ احباب بہ دو دقیقہ فی البدیہہ گفتہ
و قلم برداشتہ نوشتہ شد)

(۷۰)

دوش از دوست بمن شکوہ و پیغام رسید   کز تو ام عہدِ وفا ناقص و ناکام رسید
گفتم از شکوہ چہ حاصل چو بہ قربانِ تو ام   گفت از لابہ چہ سود ست چو انجام رسید
(از یکم تا پنجم مئی سنہ ۱۹۲۲ء برائے آغا محمد اصفہانی تاجر نیل کلکتہ بجواب شکایت افزایشاں گفتہ)

قطعۂ تاریخی

سنہ ۱۹۲۴ء

خطابِ تازہ کے سی آئی ای ام چوں بکار آمد (۷۱)   بہ سال یک ہزار و نہ صد و بست و چہار آمد
عطائے جارج پنجم امپراطورِ معظّم را   متاعِ جانِ مزمّل بہ صدقِ دل نثار آمد
(بتاریخ ۵ جون سنہ ۱۹۲۴ء)

(۷۲)

خطابِ تازهٔ "نوّاب بہادر" چو رسید زدوستانِ من آمد پیامہاے نوید
بہ سنِ نوزده صد سی و سه ز سالِ مسیح سنہ ۱۹۳۳ء زپیشگاهِ حکومت رسید لطفِ مزید

قطعهٔ تاریخِ باغِ دادوں

پدر شجاع و خردمند و عابد و زاہد (۷۳) پسر خلیق و لئیق و سخی و نیک و رشید
پدر محمد احمد سعید خاں مرحوم پسر محمد ابوبکر خانِ جوانِ فرید
پدر به رحمتِ پروردگار شد واصل پسر زفضلِ خدا رونقِ قریب و بعید
پسر بنامِ پدر از سعادتِ ازلی "سعید باغ" نصب کرد خوب و نغز و جدید

مزمّل از سرِ جودت براے تاریخش
بگفت در سنہ ہجری "وقوعِ باغِ سعید"

۱۳۲۹
۳=ج
۱۳۳۲ھ

(۳۰ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء)

هو العزیز

(۷۴)

بماهِ جون سنِ یک ہزار و نہ صد و چار سنہ ۱۹۰۴ء خطابِ "خان بہادر" عطا شد از سرکار
بود مبارک و میموں به قومِ شروانی که تا بحال زمایاں کسے نه کرد ایں کار

(۳۰ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۷۵)

دوش واعظ رفت بر منبر بشانِ افتخار گفتنی ها گفت تلخ و ترش و تند و جاں فگار
منعِ من فرمود از دعواے عشقِ مصطفیٰ[1] چیست مزمّل بگو زیں پس مرا تدبیر کار

(۹ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

گفتنی ها گفت خوب و خوشتر با اعتبار
دوستاں شد زیر پای این خلفشار

---

[1] نیز ملاحظہ باشد شمارہ (۹۰) مرتّب

بدشتِ نارتھ تہیری[لہ] جفتِ گلدار (۷۶) بیک ساعت شدہ از مرگ دوچار
مہارانیِ سنگھائی بالطاف ضیافت کرد باتکریم بسیار
(۶ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

رفتم برائے صید بہ پائینِ کوہسار (۷۷) یک شیرِ نر بہ لال کنواں[لہ] کردہ شد شکار
گلدار نیز سہ چو ہلاکِ تفنگ شد واپس شدم بخانہ ثنا خوانِ کردگار
(۹ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

باسمہٖ تعالیٰ شانہ

آمدیم از بہرِ تبدیلِ ہوا در کوہسار[لہ] (۷۸) یک جہاں دیدیم پُر از صنعتِ پروردگار
پشتہ ہا بر پشتہ ہا استادہ از سنگِ سطبر ہمچو عزمِ شہریارِ ما متین و استوار
سبزہ ہا بر سبزہ ہا روئیدہ بر اندامِ کوہ چشمہ ہا از چشمہ ہا جاری بسوئے جویبار
سنگ ہائے رنگ رنگ افتادہ در دامانِ کوہ تودہ ہا بر تودہ ہا بین و قطار اندر قطار
تختہ ہا بر تختہ ہا روئیدہ گلہائے عجیب ہر یکے خنداں لبانِ ماہ روئے گلعذار
در بیانِ لطفِ تالابش زبانم قاصرست کز صفائش تختۂ بلّور باشد شرمسار
سطحِ آبِ نیلگونش ہمچو سقفِ آسماں زورقِ سیمیں درو ہمچوں ہلالِ آبدار
لعبتِ افرنج در کشتی بر آبِ نیل گوں مشتری گویا بہ کشتیِ ہلال آمد سوار
حالِ اشجارِ سرِ کہسار چوں گوید کسے سربلند و بے نظیر و بے مثال و بے شمار
آب آں آبِ حیات ست و ہوائش جاں فزا منظرِ او تازگی بخشِ نگاہ و جانِ زار

[لہ] علاقہ کوہستانی درسلسلۂ کوہ ہمالیہ متصل سرحد تبت مرتّب [illegible] نینی تال ۱۲

میوه هائے او لطیف و چاشنی دار و حسیں   نازک و خوش بو و خوش صورت لذیذ و خوش گوار
از زمینِ او چه گویم آسمانِ رفعت ست   خاکِ آں را نامیه شد چاکر و خدمت گزار
خاکِ تخمِ سوخته گر افگنی بالائے آں   اندکے آید که تا بالد درختِ شان دار
آفریں بر ساکنانش صد ہزاراں آفریں   ہر یکے مہماں نواز و نیک خو و نامدار
فی المثل گر کوهِ نینی تال ملکِ جنّت ست   بیگماں حور و ملائک ساکنانش را شمار
سوخته جان و پریشاں وار اینجا آمدم   از ہجومِ کارِ خویش و فکرِ کالج زیر بار
آنریبل برن و لیڈی برن خاتونِ گزیں   مہر پرور، مہر گستر، مہرباں و مہربار
از عنایت هائے بے پایاں مرا بنواختند   بنده ام ممنونِ ایشاں و محب و جاں نثار
لارڈ مسٹن[1] حاکمِ ذی ہوش و راد و نامور   لطفہا فرمود بر من بیکران و بے شمار
اندریں حالت فقط آسوده بودم پنج روز   ناگہاں[2] آمد خیالِ کار و افکارِ ہزار
از پلنگ بر جستم و ناگه ز جا برخاستم   [3]و از فرازِ کوه بس دیوانه وش کردم فرار
آمدم چوں در علی گڑھ خسته و تفته چه پا   سر بزانوئے تفکّر بود جاں در خلفشار

کالج و مزمّل و مزمّلِ افکارِ قوم
طول اللیلی مغشے طول التجلی الہما

[3] جائے ایں مصرعه خالی بود۔ منِ ہیچمداں پُر کرده ام
مرتب

(۱۶/ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] زمان ایں سیر موسمِ گرما در سالے مابین ۱۹۱۰-۱۴ء باشد که سر جیمس مسٹن (حال لارڈ مسٹن) ہم دراں زماں حاکم (لفٹنٹ گورنر) ایں صوبجات بود   مرتب

[2] نواب صاحب مرحوم از کار و بار و مستقر خود دور ماندن ہیچ گاه پسند نمی فرمود۔ و تمامی راحت و آسائش خود در مصروفی و کار ہائے خود می دانست۔ نیز آب و ہوائے سرد با مزاج او نمی ساخت   مرتب

(٨٩) اے کہ شانِ عزّ و رفعت از کمالت آشکار — نثرِ تو مرغوب و نظمت خوب و قولت با وقار
آنچہ بنوشتی بہ من در بارۂ القابِ خود — بندہ را ہرگز نباشد در قبولش اعتذار
لیک حیرانم چہ گویم تا بود شایانِ تو — نیز دہقانانِ اینجا را نباشد زو فرار
نام تو خوانیم یا فرخندہ ات گوئیم اگر — این نباشد خالی از تصغیرِ محض و احتقار
حضرت ار خوانیم آرے تو سزاواری مگر — بر رواج و بر قبول او ندارم اختیار
الغرض ہستم بفکرِ اینکہ تا پیدا کنم — یک خطابِ نغز و خوب و دل پسند و خوش گوار
و آنچہ بنوشتی بہ من در بابِ اکل و شربِ خود — انتظامش ہیچ مشکل نیست بر من زینہار
در دو سہ روزِ دگر بنویسمت تفصیلِ حال — تا چگونہ بودہ باشی فارغ از این اضطرار
خشک مشکل گر شماری ترا زان آسان تر ست — می توانم کرد در این باب ہم قول و قرار

گر جوابِ نامہ خواہی ہیچ تعجیلے مکن
وقتِ من محدود و کارِ من بہر ساعت ہزار

ھو المعزّ

١٨٩٧ء
زسال[١] ہیزدہ صد ہم نود و ہفت شمار (٩٠) مجسٹریٹ بہ اعزاز گشتم از سرکار
بہ ہفت سالِ دگر درجۂ دوم دادند — زسالِ ہفت دگر رتبہ اوّل ست بکار

(شب مابین ۳۱ر اکتوبر و یکم نومبر ۱۹۳۳ء)

ھو الغفور الرحیم

ہر چند گنہ گارم و ناشکر و خطا وار (٩١) رزّاق دہد رزق و کند رحمتِ بسیار
با دوست وفادارم و فرمان پذیرم — یک رہ بغلط ہم نکند شفقت و ایثار

نکند بر من شفقت و ایثار

---

[١] نیز ملاحظہ باشد شمارہ ١٠٠ مرتب

بعہدِ حضرتِ جی ایچ ہرسین (۹۲) کہ بود اندر علی گڑھ او کلکٹر
رئیسانِ ضلع (ہندو و مسلم) بنا کردند ایں فرخندہ ٹاور[۱]
"ہرسین ٹاورش" موسوم کردند زراہِ شکر از اخلاص بے مر
پس از مرگش برائے یادگارش نصب کردند ایں لوحِ منوّر
بروحِ ہیرسین بخشد خداوند
تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

برشاہ راہ دادوں چو حافظِ[۲] مظفر (۹۳) کردہ بناءِ چاہ و باغِ لطیف منظر
تاریخ فی البدیہہ مزمّلِ سخندان گفتہ بہ سالِ ہجری باغیچۂ منوّر
۱۳۱۷ھ

(منور نام برادر حافظ مظفر ست۔ بمقام بھیکم پور قلعہ جدید ۱۵ اپریل ۱۹۰۸ء بساعت چہار بعد نیمروز)

زدوستاں ہمہ دورم ز دشمناں محصور (۹۴) دلم ز آتشِ فرقت کباب و تن رنجور
یکے تسلّیِ خاطر بود کہ خالقِ من سمیع ہست و بصیر و نیست از من دور
(شب مابین ۲۴ و ۲۵ ستمبر ۱۹۳۳ء)

---

[۱] منارة الساعة (کلاک ٹاور) کہ در ۱۸۹۳ء پیش عدالت ججی باہتمام خاص محمد عبد الجلیل خاں صاحب مرحوم رئیس بھیکم پور باتمام رسید و باسم "ہرسین ٹاور" موسوم گشت۔ صاحب زادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم می فرمودند کہ ایشاں ٹاورے بایں خوبی و موزونی ہیچ جا (حتیٰ در شہرہاے برطانیہ) ندیدہ بودند۔ و من بندہ ہم در بلدے از بلاد ہند ایں چنیں ندیدہ ام مرتب

[۲] مردے خوب و مرغوب از متوسلان ریاست بھیکم پور قدیم مرتب

هوالوالی

چو زیرکی۔ نہ غرض مند دوستی کم گیر (۹۵) زبے غرض اگرت ممکن ست۔ محکم گیر
زسفلہ ہیچ نیابی فلاح و بہبودی زقطرہ ہیچ نہ خیزد۔ قرابہ از یم گیر
(شب ما بین ۱۹ و ۲۰ ستمبر ۱۹۳۳ء)

نگاہ دار خدایا مرا تو از غمّاز (۹۶) بہر کجا کہ رود فتنہ ہا کند آغاز ز
نعوذ باللہ ازیں دشمنانِ دوست نما زمکر می برند از دوستاں بہ دشمن راز
(شب ما بین ۲۷ر ۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

دلا ہمیشہ بہ اصلاحِ حالِ خود پرداز (۹۷) ستیزہ با ستمِ دشمناں مکن آغاز
بہ خُلق و رفق و مدارات زی بدشمن و دوست "زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز"
(شب ما بین ۱۱ر و ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

سخنے گومیت بصیغۂ راز (۹۸) مکن از حدِ خود بروں پرواز
بطرز ورنہ گویم بطَور استہزاء "دستِ کوتاہ و آستین دراز"
(شب ما بین ۲۲ و ۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

پیر گشتی مگرت حرص جوان ست ہنوز (۹۹) دلِ تو در پئے آمالِ دوان ست ہنوز
یک دم و ساعت چو من اندیشۂ فردا مکن فرصتت باد کہ در جسمِ تو جان ست ہنوز
(شب ما بین ۱۱ و ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۰)

س زسالِ سیزده صد[1] ہفت و ہم نود ‌و شناس   مرا ز عہدہ مجسٹریٹی داده اند اساس
بہ ہفت سالِ دگر درجۂ دوم و پس‌ ازاں   بہ ہفت سالِ دگر تا حیات فرسٹ کلاس

(ترمیم رباعی سابقہ در بارہ اختیارات آنریری مجسٹریٹی بوقت واپسی از الہ آباد
در ریل - بتاریخ ۱۱ر نومبر ۱۹۳۳ء موزوں شد)

هوالمعظم

(۱۰۰)

سرگزشتِ عاشقِ مسکیں مپرس   پیچ و تابِ کاکلِ مشکیں مپرس
دست سوئے او کنم - نیشم زند   غصۂ ایں افعیِ بے دیں مپرس

(شب مابین ۲۲ و ۲۳ر اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۰۱)

اے عزیز از دل بروں کن مایۂ حرص و ہوس   قوت کز محنت فراہم کردۂ بہرِ تو بس
از قناعت عزتِ دنیاؤ دیں حاصل بکن   پندِ مزمل شنو - رسوا مشو ہمچوں مگس

(۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۲)

ش سلیماں[2] آنکہ در دنیاست شوکت کلاہِ پر زورش   نگاہِ لطف یکساں ست بر بینا و بر کورش
تعجب ہا مکن گر با مزمل لطفہا دارد   "سلیماں با ہمہ حشمت نظرہا بود با مورش"

(بوقت علی الصباح ۱۵ر اکتوبر ۳۳ء بمقام الہ آباد)

---

[1] نیز ملاحظہ باشد شمارہ ۹۰   مرتب

[2] آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم اے (کنٹب)، ایل ایل ڈی، بیرسٹرایٹ لا، سابق چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ، حال جج فیڈرل کورٹ انڈیا، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ   مرتب

(۱۰۳)

صفائے قلب گزین و گزر ز نخوتِ خویش زنیش کبر و تبختر مساز دلہا ریش
بعلم و فضل تفاخر مکن کہ روزِ جزا بہ یک پشیز نیرزد غرورِ مذہب و کیش
(۳؍ اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۰۴)

نازاں مشو بہ کثرتِ احباب و جمعِ خویش دل ہائے زارِ خستہ دلاں را مساز ریش
بگزار افتخار و مباہاتِ علم و فضل پیشِ خدائے ہیچ نیرزد غرورِ کیش

ص

(۱۰۵)

نہ دوستانست مرا آرزو رہِ اخلاص کہ دشمناں بہ دغل می کنند قصدِ قصاص
دریں زمانہ ز انصاف نیست کس آگاہ نہ از گروہِ عوام و نہ از گروہِ خواص
(شب مابین ۲۲ و ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۶)

اگر ز مشکلِ ایام قصدِ تست خلاص بنائے کار بکن استوار از اخلاص
خلوص چیزِ دگر ہست و حیلہ چیزِ دگر کہ اشرفی نتواں ساخت از حدید و رصاص
(شب مابین ۱۱ و ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ض

(۱۰۷)

دل ار سیاہ چو قیر است و موئے راست بیاض چہ حاصل ست بہ دیوانگاں ز سیرِ ریاض
گنہ گزار و دل از یادِ حق منور کن کہ ہست در دو جہاں قدرِ عابد و مرتاض
(شب مابین ۲۵ و ۲۶؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۸)

غ

زبانِ خود مکن آلودہ از کلامِ دروغ   دروغ گوے نیابد بہ ہیچ گاہ فروغ
زمکرِ تیرگیِ کذب گر سفید کنی   بجائے شیر کسے کے خورد پیالۂ دوغ

(سہ پہر ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۹)

ف

زمانہ طرزِ نوی بست و شد براہِ خلاف   نہ مذہب و نہ ادب شرم و نے وفا و عفاف
لباس نیم برہنہ بروت و ریشے صاف   نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ جملہ معاف

(دوپہر ۲ر دسمبر ۱۹۳۳ء)

(۱۱۰)

ق

فراقِ یار چو زہرست و نیستش تریاق   نہایتش مرضِ دق و ابتداش مراق
زکار آخر او ہست تفتِ[ل] ساق بساق   بحکم آیۂ قرآں ست سوئے رب مساق

(بہ اثناے راہ بھیکم پور بوقت واپسی الہ آباد در موٹر و برخی
بوقت شب مابین ۱۷ و ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

[ل] اشارہ بآیۂ کریمہ "والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذٍ المساق" مرتب

(۱۱۱)

اکثرے اعمالِ ما از نہی و امر   ہست بر حسبِ رواج و شرمِ خلق
خالصاً للہ کم کارے کنیم   از رہِ مکر و دغا پوشیم دلق

(بوقتِ افطار - ۲۹ر دسمبر ۳۳ء)

(۱۱۲)

بزد ل

ك

اے مظہرِ شانِ خالقِ پاک   چنداں کہ سزاست "ما عرفناك"
در شانِ تو آمدہ حدیثِ قدسی   "لولاك لما خلقت الافلاك"

(۱۹ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

دلیر باش و ز جورِ عدو مشو غمناک (۱۱۳) زتند بادِ حوادث پرد خس و خاشاک
ہزار حیلہ کند دشمن از سیہ بختی ”ترا حساب چو پاک ست ز احتساب چہ باک“
(در سفر ریل بہ اثنائے واپسی الہ آباد - ۱۶؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(قطعہ تبقریب عید الضحیٰ بجواب عید کارڈ مرسلہ نواب سر حافظ محمد احمد سعید خاں صاحب چھتاری)
جشنِ عید البقر مبارک (۱۱۴) قربانیِ شیرِ نر مبارک
مزّمّلِ اوفتادہ رنجور گوید - سفر و حضر مبارک
(۵؍ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء مطابق ۱۰؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۴ھ)

چو دوست با تو مخاطب شود بگو لبّیک (۱۱۵) زخصم نیز مکن بخل از سلامٌ علیک
بقدرِ خلقِ تو در خلق قدرِ تو باشد مزمّل از تو کند عرض و اختیار لدیک
(اثنائے راہ بھیلم پور بوقت واپسی الہ آباد - ۱۷؍ اکتوبر سنہ ۳۳ء)

زتند بادِ حوادث دلا مشو دل تنگ (۱۱۶) زمانہ گہ بہ سرِ صلح ہست و گاہ بجنگ
بجائے خویش بماں استوار و باتمکیں زبادِ تند زیاں کے رسد بہ پشتۂ سنگ
(شب مابین ۱۷ و ۱۸؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۱۷)
مباش در طلبِ جاہ و در خیالِ محال خیالِ بیہدہ پختن بجانِ تست و بال
ز فکرِ ماضی و مستقبل ست دل پُرخوں بحالِ خویش قناعت کن و زغصّہ منال
(در شب مابین ۲۰ و ۲۱؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء در پنج دقیقہ موزوں کردہ شد)

(۱۱۸)

ہر روز و شب ز عمرِ تو سازند ماہ و سال ہر روز روزِ غم بود و شب شبِ ملال
گاہے اگر بہ عیش رسی شادماں مشو ہر لحظہ چوں ز عادتِ دنیاست اختلال
(شب مابین ۲۴ و ۲۵ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۱۹)

کتابِ خوب و مرغوب ار بدست آید ترا اے دل برائے خواندنش فرصت و آسائش بود حاصل
غنیمت داں چو ایں نعمت ترا ایزد عطا کردہ منزّل خوش نشین و علم را داں حلِّ ہر مشکل
(شب مابین ۲۱ و ۲۲ر ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۲۰)

[illegible] نصیحتے کنمت گر رسد بہ سمعِ قبول حذر کن از سخنِ واہیات و نامعقول
زباں کلیدِ درِ گنجِ صدق و اخلاص ست ہزار حیف کہ مصرف بود کلامِ فضول
(〃)

هو العلیم الخبیر

وفائے عہد کن و بگذر از کلامِ فضول مکن بہانۂ بے کار و حیلۂ مجہول
بترس از غضبِ کبریا و خیرہ مشو وفائے عہد بہ پیشِ خدا بود مسئول
(شب مابین ۳۰ و ۳۱ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۲۱)

م گرچہ من پیر و نحیف و ناتوان و خستہ ام دل نشیں باشد و لے ہر مصرعہ برجستہ ام
فیض یابم از دبستانِ کمالِ سنجری ہست افسوں در کلامِ شستہ و شائستہ ام
(سنہ ۱۹۳۳ء)

---

(۱۲۲)
اسپِ امیر نام سبک گام و خوش خرام   در عرصهٔ مسابقه کالبرق فی الظلام
در زیرِ رانِ بنده بمیدانِ ترک و تاز   سبقت ببرد بر ہمه اسپانِ تیز گام
(شب مابین ۱۶ و ۱۷؍ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۱۲۳)
امشب بخواب در حرمِ کعبه بوده ام   بر آستانه ناصیهٔ عجز سوده ام
جانم فدائے لذّتِ این خوابِ خوش گوار   مزمّل این چه گوئے سعادت ربوده ام
(۵ و ۶؍ اگست ۱۹۳۳ء)

(دیگر)

(۱۲۴)
در خواب حج کرده ام و کعبه دیده ام   در دامنِ مراد گلِ شوق چیده ام
یا رب چنین بکن بطفیلِ حبیبِ خویش   بیدار بینم آنچه که در خواب دیده ام
(شب مابین ۵ و ۶؍ اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۲۵)
آہوئے شاخ دار که چیتل بود بنام   بسیار خوب صورت و خوش وضع و خوش خرام
در کوہسار کالا ڈھونگی[1] شکار شد   واپس شدم به لکھنؤ فرحان و شادکام

(۱۲۶)
تا جوان بودم ہوائے عشقِ جاناں داشتم   جانِ مضطر۔ دل چو اخگر۔ سینه بریاں داشتم
حالیا پیرم۔ نه پیران بوالہوس بودن بدست   دل ز عشق و عاشقی بر داشتم بر داشتم
(شب مابین ۲۱ و ۲۲؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] از مضافات کوه نینی تال۔ مرتب

(۱۲۷)

شبے بخواب یکے طرفہ ماجرا دیدم   سفید ریش بزرگے چو پارسا دیدم
بمن بگفت کہ خیّامم اے مزمّلِ محو   دعا رساں بہ سلیمان[1] کز و وفا دیدم

(شب مابین ۱۸ و ۱۹ دسمبر ۱۹۲۳ء)

(۱۲۸)

دی شب بمن ز ہاتفِ غیبی ندا رسید   کاے بندہ تا کجا بودت درد و رنج و غم
تا چند نالہ می کشی و جامہ می دری   تا چند سینہ را کنی از ناخنِ الم
تا چند سر بجیب تفکر فرو بری   تا چند دیدہ را کنی از اشک ہمچو یم
تا کے غریقِ لجّۂ دریاے درد و رنج   آخر چرا ست ایں ہمہ طغیانِ غمّ و ہمّ
اے بے خبر مگر نشنیدی حبیبِ[2] تو   ق   وے بے خبر مگر نشنیدی کہ ابنِ عمّ
دی روز شد بہ شاہدِ مقصود ہمکنار   امشب بنو عروس طرب گشتہ است ضمّ
عقدِ نکاح حضرتِ حسرت بہ بستہ نقش   می خواں تو اِن یکاد و برخسار او بدم
بردار دست از خرد و ہوش و ہنگ و فکر   برخیز و بادۂ طرب افگن بہ جامِ جم
ساقیت گو کہ ہوش رباید ز جامِ مے   مطرب کجاست گر کندت تا بہ زیر و بم
ہاں خیرہ باش و جامۂ تقویٰ بہ تن بدر   ہاں چیرہ باش بوسہ بزن بر رخِ صنم
تا از شرارتِ تو شود قلبِ عیش شاد   تا از ظرافتِ تو شود پشتِ زہد خم
چنداں بنوش بادہ کہ خُم ہا شود تہی   آں قدر بذل کن کہ شود کیسہ بے درم
مزمّلا بس ست ز عشرت کنارہ گیر   بہرِ دعاے یارِ جواں بر کشاے فم

---

[1] مولوی حاجی سیّد سلیمان ندوی صاحب مدیر رسالہ "معارف" و ناظم ندوۃ العلما   مرتّب

[2] نواب صدر یار جنگ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی   مرتّب

یارب طفیلِ بذلِ سخیّانِ مال دار   یارب بحقّ صبرِ فقیرانِ بے درم
عمرِ حبیبِ من شود از صد ہزار بیش
ابرِ دلِ رقیب رسد ناوکِ ستم

(۱۲۹)

ما بناچار اسیرِ غمِ ہستی شدہ ایم   از نشیمن گہِ افلاک بہ پستی شدہ ایم
رفتہ از خاطرِ ما کلّ من علیہا فان   غافل از فکرِ فناییم و بہ مستی شدہ ایم
(از دو سہ شب بخیال بود و بہ اثنائے راہ علی گڑھ در موٹر موزوں شدم

(۱۳۰)

بدگوئی و بددانی و بدخوانیم اے دوست   من نیک ترا گویم و ہم نیک بدانم
اے کاش ز بدگفتنِ تو نیک شوم من   مخلوق ترا نیز بداند چو بدانم
(شب ۲۶ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۳۱)

کسے نیست تا بشنود داستانم   بہ ملکِ عزیزاں چو بیگانگانم
ز چیزے کہ می دانم ایشاں ندانند   ز چیزے کہ دانند چیزے ندانم
مصارعِ ثلث آخرہ بوقت صبح و مصرعہ اولی بوقت سہ پہر بستم جنوری در بھیکم پور موزوں کردہ شد
(۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

ن نہ از اقربا و نہ از ہمسرانم
نا حاشا

(۱۳۲)

نہ کس راز جوئے نہ کس راز دانم   نہ کس ہم صفیر و نہ کس ہم زبانم
دریغا مزمّل کسم نیست ہمدم   میانِ عزیزاں چو بیگانگانم
(بوقت سہ پہر بتاریخ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء بمقام بھیکم پور
موزوں کردہ شد)

هوالعزیز

(۱۳۳)

نہ کس ہمرکاب و نہ کس ہم عنانم   نہ کس ہم خیال و نہ کس ہم زبانم
نہ کس غمگسارے نہ کس درد مندے   فقط یک ہملٹن[۱] بود مہربانم

(بمقام علی گڑھ یوم صباح سیزدہم فروری ۱۹۱۶ء موزوں کردہ شد)

[۱] اشارہ بہ مسٹر ہملٹن جائنٹ مجسٹریٹ کہ فارسی خوب میدانست
مرتب

(۱۳۴)

بدم خوانی و بدگوئی و بد دانی ہمی دانم   ترا من نیک خوانم نیک گویم نیک می دانم
ز بد دانیِ تو شاید کہ من نیکی بیاموزم   ترا اے کاش ہر کس آں چناں داند کہ من دانم

(۲ر اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۳۵)

قبولِ خاطرِ اقبال[۲] گر شود سخنم   ہزار شکر کنم صد ہزار فخر کنم
چو اوست بادشہِ کشورِ سخن دانی   وظیفہ خوار ز سرکارِ ذوالجلال منم

(۴ر ستمبر ۱۹۳۳ء سہ پہر بیگم پور)

بسم اللہ العلیّ العلیم

(۱۳۶)

اے دوستاں سرے بہ پریشاں خیالیم   گوشے خدائے را بہ بیانِ ملالیم
سہ ماہ بیش نیست کہ تا شعر گفتہ ام   ہرگز نہ کہنہ مشقم و نے دیر سالیم
حاشا کہ لاف شعر و بلاغت مرا سزد   فردوسیم نہ سعدیم و نے ہلالیم
گستاخم ار مثال ز پیشینیاں زنم   باللہ کہ من نہ شبلی و داغم نہ حالیم

---

[۲] ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے، پی ایچ ڈی، ایل ایل ڈی، بیرسٹر ایٹ لا شاعر شہیر   مرتب

من کیستم چه کاره ام و تا چه بوده ام — حیرانم از خرابی و آشفته حالیم
نی پیشوای خلقم و نی مقتدای قوم — نی فخر رازیم نه امام غزالیم
نی رند میگسارم نی های و هو کنم — نی محتسب که هست کند گوشمالیم
نی زاهدم که سبحه و سجّاده آورم — نی صوفیم که سر بود از حال و قالیم
نی شیر گرسنه که ز آزار خلق سیر — آمادهٔ فریب نه چون شیر قالیم
نی چون مرید نعرهٔ لاریب می کشم — نی همچه فلسفی خشن و احتمالیم
نی همچنان جناب مشیخت مآب تند — نی بی وقار و مبتذل و لاابالیم
نی پُر چو بطن زاهدم از خوان اغنیا — نی گوش خلق کر کنم و کوس خالیم
نی مدعی جاهم و نی مدعای خلق — نی تنگ دستم و نه چو سرکار عالیم
نی شکوه از جهالت و نافهیم بود — نی فخر بر شعر خودم و خوش مقالیم
بیچاره سر به جیب ندامت فگنده ام — بار گناه بر سر و جان انفعالیم
از تخت دل کبابم و افسردهٔ جگر — باشد شراب ناب به جام سفالیم
مارا سری به مال حرام و غصب نیست — یک لقمه بس است ز اکل حلالیم
یک بندهٔ غلام جناب محمدم — آزاد از دو عالم و عبد بلالیم

مزملا به لاف و گزاف ار سخن کنم
استاد سنجرت بدهد گوشمالیم

ملاحظه شد
سنجر [illegible]

نسخه ۱: [illegible]

نسخه ۱: [illegible] کبابم و افسرده جگر

(۱۳۷)

قصه و داستان نمی گویم — سخن از این و آن نمی گویم
گله از قوم و شکوهٔ احباب — وحی از آسمان نمی گویم
چشم فتّان و عارض گلگون — نرگس و ضیمران نمی گویم

مہر و قہرِ بتانِ سیمیں[۱] را جاں دہ و جانستاں نمی گویم
ناصح و زاہد و طبیباں را خرد و نادانِ جہاں نمی گویم
سخن از مدح و ذم نمی آرم وصفِ بہماں فلاں نمی گویم
مختصر قصّہا ے دور از کار از شہان و یلاں نمی گویم
عرض حال ست پیشِ اُستاداں قصّۂ بر زباں نمی گویم
منِ ناداں جوان و آزادم قد چو سروِ رواں نمی گویم
دودہ افغان و ایلہ شروانی گرچہ پشتو رواں نمی گویم
مورثانم سپاہیان و امیر رستم و ارسلاں نمی گویم
للّٰہ الحمد و للّٰہ المنّت سیم و زر را گراں نمی گویم
عالم و فاضل و خرد آگاہ خویش را بے گماں نمی گویم
سخن از تازی و ز انگریزی نتواں گفت کاں نمی گویم
فارسی انچہ می تواں گفتن حاضرست[۲] پیش ازاں نمی گویم
ایں کہ گفتم ضرورتاً گفتم از چنین و چناں نمی گویم
مرد کارم کثیر الاشغالم یک یکے را بیاں نمی گویم
مستزادست کاں دریں ایام شعر گویم نہاں نمی گویم
چند ماہ است شاعرم گفتند فخرِ ہندوستاں نمی گویم
اوّلیں نظم توحۂ گفتم خوب یا بد چناں نمی گویم
بعد ازاں انچہ گفتہ ام پیش ست کہ عیاں را نہاں نمی گویم

---

[۱] در مسوّدہ و مبیّضہ جاے ایں لفظ خالی ست۔ من بندہ پُر کردہ ام مرتب

مرتب

[۲] سکتۂ ایں مصرعہ را شاید بایں طور رفع می تواں کرد ع کم و یا بیش الخ مرتب

قدرِ من گر کنند اہلِ سخن   پس بگویم کہ ہاں نمی گویم
دگر از عرضِ بندہ بیزارند   فاش گویم کہ ہاں نمی گویم
پس مزمّل بخامُشی بنشیں
ایں سخن رائیگاں نمی گویم

(۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۳۸)

گرچہ خود مبتلاے حمّی ایم   خبر خیریت[1] از خدا خواہیم
تار و خط را اگر جوابے نیست   باز فرما چہ راہ پیمائیم

(۱۳۹)

ما خیر خواہِ ملک و سرکار بودہ ایم   وقتِ تعب معاونِ ہر کار بودہ ایم
در حاجتیم و ہیچ یکے اعتنا نہ کرد   گویا کہ مدِّ فاضل و بے کار بودہ ایم

(باثناے سفر الہ آباد در ریل. ۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۴۰)

ادیب و شاعر و سیّاح و فیلسوف و حکیم   بہ علم ڈاکٹر و نائٹ[2] از پئے تعظیم
بہ شعر مجتہد و ماہرِ سیاست ہم   بگو کسے است چو اقبال واجب التکریم

(۶ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۱۴۱)

مدّعی درس و ذخیرہ زِ حالاتِ قدیم   بعبارات ملمّع بہ بیاناتِ سقیم
بندہ اش درس دہم جملہ بحالاتِ جدید   کہ نگر سوے خرد و شرم کن از ربِّ علیم

(شب مابین ۱۷ و ۱۸ر اگست ۱۹۳۳ء)

---

[1] تارے مخاطب   مرتب
[2] ڈاکٹر سر محمد اقبال   مرتب

بسمہ تعالیٰ شانہ

ن

حاجی حافظ علیؔ[1] اکبر خاں (۱۴۲) ایم اے و شاعرِ فصیح بیاں
سالِ عقدش بمونسہ خاتون نوزدہ صد و سی و سہ (۱۹۳۳ء) می داں

(شب مابین یکم و ۲ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء)

۱۳۴۱ف
سال فصلی اگر بود مطلوب ✧ سیزدہ صد چہل و یک خواں
گر سنہ ہجریت بود مقصود ✧ سیزدہ صد پنجاہ و دو (۱۳۵۲) میخواں

(۱۴۳)
پدر بلند مراتب حبیبؔ[2] رحماں خاں پسر چو خان بہادر عبیدؔ[3] رحماں خاں
پدر برادر و پورش عزیزِ جانِ من ست مزمّل ست دعا گوئے ہر دو با دل و جاں

(درخواب شب مابین ۲۰ و ۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء۔ بمقام بھیکم پور)

برثن

(۱۴۴)
بسا شگفت و عجب آیدم ز بے خبراں کہ اعتبار بود بر ولائے بے ہنراں
الا کہ از شجرِ بے ثمر تو بر نخوری مباش بے ہدہ در بندِ مکرِ حیلہ گراں

وثنا

(شب مابین یکم و ۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

وَالْعَصْرِ

قسم بعصر کہ انساں ہست در خسراں (۱۴۵) مگر کسے کہ عمل نیک کرد با ایماں
بحق و صبر تمسک نمود با دلِ شاں مزمّل ایں ہمہ ارشاد ہست در قرآں

(شب ۱۸ و ۱۹ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

---

[1] حافظ مولوی حاجی علی اکبر خاں شروانی ایم اے (خلف اکبر حافظ حاجی زکریا خاں صاحب) از نواب صاحب بواسطۂ قرابت قریبہ دارند۔ ادیبے ہست خوب و شاعرے ہست مرغوب طبعے والے کہ تعلق و کنج خمول را محبوب دارد۔ "انہ کان ظلوما جہولا"۔ مرتب

[2] نواب صدر یار جنگ بہادر

[3] خان بہادر مولوی حاجی عبید الرحمٰن خاں شروانی ایم ایل اے ٹریژرر (وقائم مقام وائس چانسلر) مسلم یونیورسٹی مرتب

(۱۴۶)

دریغ آیدم از فتنۂ سیہ کاراں   کہ خونِ ناحقِ عمال[۱] را کنند رواں
بزعمِ خویش ہمہ خیر خواہِ ملکِ خود اند   نعوذ باللہ اگر گرگ است کارِ شباں

(شب مابین یکم و ۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ن: نعوذ باللہ اگر گرگ ہست حافظِ شباں

(۱۴۷)

اے خوشا روزے کہ بطحا یم وطن خواہد شدن   فارغ از فکرِ معاصی جان و تن خواہد شدن
دل زیادِ ماسوا آزاد و از گیتی نفور   پاک از خاشاک و خس صحنِ چمن خواہد شدن
پا برہنہ سر برہنہ با خضوع و با خشوع   بر زباں لبّیک یا مولائے من خواہد شدن
گاہ چوں پروانہ باشم گردِ بیتش در طواف   جبہہ ام گہ سودۂ سنگِ کہن خواہد شدن
گاہ زیرِ سایۂ دیوارِ کعبہ سایہ کش   گہ بکامِ تشنہ ام زمزم لبن خواہد شدن
گاہ دستانم بسوے آسماں باشد دراز   گاہ بر دامانِ کعبہ چنگ زن خواہد شدن
گاہ سیلِ اشک از چشمم رود چوں آبِ جوے   قطرۂ ہر اشک چوں درِّ عدن خواہد شدن
نعرۂ توبہ برآرد از گناہانم دمار   جانِ من ایمن زمکرِ اہرمن خواہد شدن
اے زہے قسمت اگر بر گوشم آوازے رسد   کہ مخور غم شاملت الطافِ من خواہد شدن
یک تعلق باز ماند در دلم از ملکِ ہند   کہ بدل ذکرِ حبیبِ خوش سخن خواہد شدن
بعدِ حجِ خانۂ کعبہ کنم قصدِ سفر   ایں سفر بر جانبِ جدّ الحسنؓ خواہد شدن
جاں ببالد ز اشتیاقِ دیدنِ بیت الرسولؐ   بر گلویم از ولاے او رسن خواہد شدن
طرّقوا گویدعرب از جانِ من خیزد طرب   ناقۂ من رشکِ آہوئے ختن خواہد شدن
اندراں وادی شود خارِ مغیلانم حریر   غیرتِ جنّاتم اطلال و دمن خواہد شدن

---

[۱] باشد کہ اشارۃ بسوے فوضیّونِ بم باز رفتہ باشد   مرتب

چشمِ من بر قبۂ اخضر چو افتد غش کنم   جانِ من با مرگِ شادی مقترن خواہد شدن
چوں بہ ہوش آیم دوبارہ باز از سر پا کنم   تا گزارم بر درِ شاہِ زمن خواہد شدن
الصّلوٰۃ والسّلام آں قدر آرم بر زباں   کہ جہاں از آں پُر از مشکِ ختن خواہد شدن
یا رسولُ اللہ گویاں جاں بر آید از تنم   ایں اگر خواہد شدن کارے زمن خواہد شدن

اے مزمّل غم مخور بر فضلِ یزداں تکیہ کن
در حجازت در رہِ رنج و محن خواہد شدن

هو العلیم الخبیر

(۱۴۸)

سنّتِ حسّانؓ ثابت شاعرِ شیریں سخن   گفتنِ اشعارِ عشقِ مصطفٰےؐ خوب و حسن
ترکِ ایں سنّت خدارا از منِ عاصی مخواہ   زاہدا للہ بگزر از گناہِ سوءِ ظن

(۸ر جولائی ۱۹۳۳ء)

(۱۴۹)

زمینداراں[1] خدارا چشم وا کن   بہ حالِ خستۂ خود اعتنا کن
نبودی آں چناں کمزور ہستی   نہ گر مردی چہ زن آہ و بکا کن

(الہ آباد۔ شب مابین ۱۴ و ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۵۰)

زاہدا نشۂ پندار ز سر بیروں کن   حذر از کبر و ریا و دغل و افسوں کن
ربّ غفور ست و رسولُ اللہ رؤف ست و رحیم   تو بر و خاطرِ ما خستہ دلاں محزوں کن

(شب یکم و دوم دسمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] آہ و بکا بر نامردی و زن کاری زمینداراں بمقابلہ فتنۂ کانگرس   مرتب

(۱۵۱)

بکنہِ ذاتِ حق اندیشہ را ادراک ناممکن   کلامِ او صفاتش را بہر عنواں بود معلن
تعالیٰ شانہ الباری کہ خود فرمود در قرآں   ھوالاول ھوالاٰخر ھوالظاھر ھوالباطن
(بہ اثنائے راہ علی گڑھ در موٹر شام ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۵۲)

شاعری جذباتِ نفسانی ہست از نیک و زبوں   آنچہ در آمد خیالش گفت بے چون و چگوں
تا نہ پنداری کہ ہر شاعر بگوید آنچہ کرد   ہست در قرآں یقولون ما لا یفعلون
(شب مابین ۱۷ و ۱۸ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

[illegible]

صدق اللہ العلی العظیم

(۱۵۳)

کذب را بگزار و راہِ صدق بیں   خوار و بے قدر ست کاذب بالیقیں
ایں فقط دنیاست در دیں ہم نگر   لعنت اللہ آمدہ بر کاذبیں
(شب مابین ۳۱ر اگست و یکم ستمبر ۱۹۳۳ء)

ھواللہ الصمد

(۱۵۴)

دل از زنگِ کدورت پاک ساز و آشتی بگزیں   بلائے دشمنی بربادیِ دنیا بود ہم دیں
اگر آسایشِ ہر دو جہاں خواہی تحمّل کن   مزمّل نکتہ ہا دارد بیا و بشنو و بنشیں
(بہ اثنائے سفر آگرہ در موٹر موزوں کردم   ۱۷ر اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۵۵)

حمد خدائے عزّ و جل ربّ عالمیں   رحمٰن و ہم رحیم و ملاّکِ یوم دیں
خالص ترا پرستش و ہم استعانت ست   بنمائے راہِ راست نہ مغضوب ضاّلیں
(۱۷ر اگست ۱۹۳۳ء)

---

(۱۵۶)
دوستی را شرطِ اوّل آزمائش کن یقیں   تا کہ بینی وقتِ حاجت کیست ہمدرد و معیں
ورنہ ہر مکّار دعوائے محبت می کند   از گلِ قالیں مدار اُمیدِ بوئے یاسمیں
(شب مابین ۱۹ و ۲۰ یوم و شب ۲۱ر ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ھو الجمیل

(۱۵۷)
رفت دَورِ کاکلِ پیچاں و چشمِ سرمہ گیں   جعدِ مشکیں قطع شد[1] نابود زلفِ عنبریں
وسمہ و پان و حنا و غازہ را قدرے نماند   فیشنِ یورپ شدہ مرغوبِ طبعِ مہ جبیں
(شب مابین ۲۶ و ۲۷ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

بسم اللہ الموفق والمستعان

(۱۵۸)
و   چل سال زیستم بہ اُمیدِ وصالِ تو   دیدم بخواب لیلی لُطفا جمالِ تو
امروز از عطائے خداوندِ ذوالمنن   دستِ من ست و دامنِ عزّ و جلالِ تو
(بعد نماز صبح بر اسٹیشن سونی پت در ریل بہ اثنائے سفر واپسی مکہ معظمہ بتاریخ ۱۹ر اپریل
سنہ ۱۹۳۵ء بوقت صبح موزوں کردم)

(۱۵۹)
شہا شاہنشہا اے جانِ مزمّل فدائے تو   دعائے حاضری کردم چہل سال از خدائے تو
بحمد اللہ کہ اینک حاضرم بر عتبۂ عالی   کفِ جود و سخائے تست و دامانِ گدائے تو

(ایضاً)

(۱۶۰)
مخلوقِ دو جہان بود مبتلائے تو   ہر کس بطرزِ خاص بجوید رضائے تو
مذہب ہزار باش و لیکن خدا یکے است   اے واجب الوجود مزمّل فدائے تو
(شب مابین ۷ و ۸ر ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

---

[1] تعریض بر قطعِ رشتۂ حیا و ایمان کہ دریں زمان علی الاعلان بمشاہدہ می آید   مرتب

اللہ اکبر

(۱۶۱)

اے کہ تلاشِ خداست در دلِ تو آرزو   چند بہ دیر و کنشت ہرزہ کنی جستجو
درخودیِ خود نگر نکتۂ از من شنو   معرفتِ ذاتِ خود معرفتِ ربِّ تو

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" شب در رسالہ مضمون متعلق حدیث شریف مذکورہ دیدم۔
رباعی مذکور موزوں کردم   عاقبت بخیر باد   (شب مابین ۲۳ و ۲۴ راگست ۱۹۳۳ء)

(۱۶۲)

معنائے ارشادِ نبی تہادَوا و تحابُّوا   داند فقط مردِ سخی یعنی حبیبِ[1] نیک خو
بہرِ احبّا ہدیہا آرد کثیرؔ و بے بہا   از جا بجا از ہر کجا از سو بہ سو از کو بکو   نفیس

(۲۹ر نومبر ۱۹۱۸ء)

(۱۶۳)

اے کہ سیم و زر بدست آوردۂ از جستجوؔ   ہیچ می دانی کہ مصرف چیست اے فرخندہ خو   چارسو
رو بہ بازارِ عمل چوں مشتریِ ہوشیار   صرفِ زر کن در خریداریِ اعمالِ نکو

(بہ اثنائے سفرِ آگرہ در موٹر موزوں کردم۔ ۱۷ر اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۶۴)

مَرَو مَرَو بہ رہِ کبر زینہار مَرَو   بَرَو بَرَو بہ رہِ عجز و انکسار بَرَو
بکن بکن عملِ نیک و راست گو می باش   مکن مکن دلِ مخلوق ریش و غرّہ مشو

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ راگست ۱۹۳۳ء)

---

[1] تلمیح از تحف و ہدایا کہ مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی از حیدرآباد (دکن) بعد فائز شدن بر منصب صدر الصدوری امور مذہبی سرکارِ عالی آوردند و پیش کردند

مرتب

هوالجمیل

(۱۶۵)
معشوقهٔ طنّاز پری پیکر و خوش رو   سیمیں بدن و لعل لب و چشم چو آہو
گلگونہ خد و سرو قد و کبک خرامے   خوب ست اگر بوئے وفا دارد و خوش خو

(شب مابین ۳۱ر اگست و یکم ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۱۶۶)
یک چند بودم از راہ گمراہ   ہر سو دویدم از راہ و بے راہ
حالا من و شوقِ بطحا و یثرب   الحمد للّٰہ الحمد للّٰہ   ۵ راہِ

(شب مابین ۲۹ر و ۳۰ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۶۷)
بزرگی است بہ سہ نوع گر کنی تو نگاہ   یک آنکہ از شکم مادر آورد ہمراہ
دگر کسے کہ کند حاصلش بعلم و عمل   سوم چو من کہ بزرگش کنند خواہ مخواہ

(صبح ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

هو القوی العزیز

(۱۶۸)
بہ سال یک ہزار و نہ صد و دہ (۱۹۱۰ء)   مرا نوّاب کردہ نائب شہ
پے تبریکِ ایں انعامِ شاہی   مبارک باد آمد از کہ و مہ

(۳۰ر اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۶۹)
دی شب بحرم بودم و امروز بخانہ   لذّت کشِ بسیار ز اشعارِ شبانہ
تعبیر بہ من گفت ابوبکر خردمند   مقصود فقط حج بود و جملہ فسانہ

(شب بخواب حج و طواف خانۂ کعبہ کردم - بیدار شدم و سرور موفور حاصل شد - ہماں وقت ایں ہر دو رباعی موزوں کردن افتاد - بہ اعتراف توجہ و قدردانی عزیز از جاں خاں بہادر نوّاب محمد ابوبکر خاں در وقفہ ہاے خواب و بیداری موزوں کردم و بخدمت شاں فرستادم) (شب مابین ششم و ہفتم اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۷۰)

زنہار مکن شکوہ ز رفتارِ زمانہ   تا چند ز کوتاہیِ خود عذر و بہانہ
تو نیک بماں جملہ جہاں نیک نماید   گر خود تو بدی چند ز بیداد فسانہ

(باثنائے سفر آگرہ در موٹر موزوں کردم   ۱۷ اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۷۱)

گفتنِ اشعارِ عشقِ احمدی   منع شد بر من بہ حکمِ مولوی
نعت گفتن بر گنہگاراں حرام   عزمِ نیکی شد برائے من بدی

ی

(۸ جولائی ۱۹۳۳ء)

(۱۷۲)

اے کہ از وضعِ زمانہ گلہا می داری   شکوہ از جورِ عزیزاں بزباں می آری
ہاں مگر غافلی از ماحصلِ کردۂ خویش   کہ ہماں می دروی آنچہ تو خود می کاری

(۱۳ اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۷۳)

رنجورم و مہجورم احوال چہ می پرسی؟   حیران و پریشانم و بدحال چہ می پرسی؟
شب ہا ہمہ شب نزلہ و سر درد و بخارست   چوں حال چنیں ست ز اعمال چہ می پرسی؟

(بجواب مزاج پرسی حافظ حاجی علی اکبر خاں فی البدیہہ در پنج دقیقہ بوقت
دوپہر بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء موزوں کردہ شد)

(۱۷۴)

چیدہ است از ہر گلستانے گلے   سعدیِ وقت ست سیّاحِ قمے
بر مزمّل لطفہا فرمودہ است   اے خدا محفوظ دارش از غمے

(۷ ستمبر ۱۹۲۹ء)

(۱۷۵)

پس از چل سال ایں معنی محقق شد بنادانی   مزمّل راست استحقاقِ دعوائے مسلمانی
بہ پیری حکم شد تا جاہلے فرسودۂ چوں من   صدارت[1] را کند بدنام در بزمِ سخندانی
(شب مابین ۲۴ و ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۷۶)

بمن حکم آمد از ارکانِ تعلیم[2] مسلمانی   کہ باشم صدر در بزمِ محاکاتِ سخندانی
بہ پیشِ حلّہ پوشانِ علومِ عقلی و نقلی   مرا شرم آید از بے مایگیِ خویش و عریانی
(شب مابین ۲۴ و ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۷۷)

یزداں آفریں

بمن خلعت[3] ز حکمِ نائب شہ گشت ارزانی   جبینِ ذرّہ شد از پرتوِ خورشید نورانی
تماشا کن عطاءِ جود و بذلِ دولتِ برطن   بہ یک شرمندۂ تقصیر ایں الطافِ سلطانی
(۲۴؍ دسمبر ۱۹۱۸ء)

(۱۷۸)

(۱۹۲۲ء)
بہ سالِ نوزدہ صد بست و دو از حکمِ سلطانی   شدہ نوّاب موروثی مزمّل بندۂ فانی
مجازی ہست ذکرِ ارث و فکرِ حقِ موروثی   خدائے ماست خیر الوارثین از نصِّ قرآنی
(۳۰؍ اگست ۱۹۳۳ء)

---

[1] صدارت آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مقام میرٹھ   مرتّب

[2] آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس   مرتّب

[3] بصلہ خدمات جلیلہ و ثمینہ کہ بدورانِ حربِ عظیم انجام دادند۔ آخر الامر خلعت و خطاب او بی ای یافتند   مرتّب

قطعۂ تاریخ و قصیدۂ کہ بہ شکریہ یاد آوری جناب منشی محمد ارتضی علی صاحب شررؔ کاکوروی - کہ بار سال تاریخ عقد فقیر منت بجانِ من گزاشتہ اند گفتہ شد -

اشتغلت به فی یوم الجمعة فی اربع وعشرون خلون من شهر المئی سنه ۱۹۰۱ء وشغلت عنه فی یوم الاثنین من تاریخ ستة وعشرون فی شهر المذکور قطعة الشرر

"بہ بیتِ جدید آمدہ نوعروسے   بہ آقا ہمایوں بود شادمانی
شررؔ خواستم سالِ تاریخ ہجری   بگفتا - مبارک شود عقد ثانی"
۱۳۰۸

ماده تاریخ غلط ست در ہجری البتہ فصلی درست ست - لازم بود کہ اشارہ بکند فصلی ۱۳۰۸ - مثلاً بگوید: شرر خواستم سال تاریخ فصلی - باز در وصل فصل شائستہ نباشد
ھ

قطعۂ کہ بشکر ایں جواہر پارہ ہا گفتہ شد ؎

شررؔ سال تاریخ عقدم نوشتہ ۱۷۹   کہ نبود چو او کس ادیب اریبے
مؤمّل سنِ ہجریش از سرِ بذل   بہ من گفت ہاتف عجیبے غریبے
سنہ ۱۳۱۷ ہجری

سر بذل (ب) ۲

سنہ ۱۳۱۹ ہجری

(دیگر)

جناب شررؔ مرد موجز بیانے ۱۸۰   چو تاریخ عقدم بگفتہ لطیفے
مؤمّل سنِ ہجریش از سرِ بزم   بمن گفت ہاتف عجیبے غریبے
ب
۲

۱۳۱۷
۲
۱۳۱۹ھ

تا چند کنی بحث ز لفظ و معنی ۱۸۱ این حجت و تکرار بود لا یعنی
زر زر چہ ہزار بار گوئی بزبان زر نیست اگر بدست بے زر مانی

(شب مابین ۱۲ و ۱۳ ستمبر ۱۹۳۳ء)

نیکی بہ خلق گر بہ اُمیدِ وفا کنی ۱۸۲ بے کار می کنی و پئے خود جفا کنی
اجرش اگر ز کس طلبی زجر می کنند اجرت دہد خدائے چو بہرِ خدا کنی

(باثنائے سفرِ آگرہ در موٹر موزوں کردم۔ ۱۷ر اگست ۱۹۳۳ء)

۱۹۰۰ء
بہ سالِ نوزدہ صد قصر و قلعہ ۱۸۳ بنا کردم بتائیدِ الٰہی
تمامِ من نماند ہیچ بر جا فقط نامِ خدا ماند کماہی

(شب مابین ۲۱ و ۲۲ ستمبر ۱۹۳۳ء)

رباعیات

(۱)

اے آنکه ز عیش انتساب ست ترا   دنیا همه بهرِ خورد و خواب ست ترا
در فکرِ فضول خود پرستی شب و روز   این زندگیِ خویش عذاب ست ترا

(۲)

از عمر که شصت و هفت[۶۷] سال ست ترا   هر لحظه ز حال قیل و قال ست ترا
گاہے غمِ دی و گه بفکرِ فردا   القصه که زندگی وبال ست ترا

(شب مابین ۲۶ و ۲۷ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۳)

اے آنکه مدام مے بجام ست ترا   از عیش و طرب جہاں بکام ست ترا!
امروز حرام را چو کردی تو حلال   فردا که حلال او حرام ست ترا

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۴)

مزّمّل ما چه حال بوده است ترا   با دوست چه قیل و قال بوده است ترا
گه مدح کنی که هیچ پایانش نیست   گه شکوه ازو کمال بوده است ترا

(شب مابین ۲۵ و ۲۶ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۵)

اے آنکه غمِ عمرِ روان ست ترا   اندیشهٔ عمرِ جاودان ست ترا
تا زندهٔ با خلقِ خدا نیکی کن   نیکیِ تو عمرِ جاودان ست ترا

(۷ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۶)

اے آنکہ ہست و نیست اقتدار ست ترا   ہر کردہ و ناکردہ در شمار ست ترا
در ہستی و نیستی امانم می دہ   ہر کردہ و ناکردہ اہم اختیار ست ترا
(شب مابین ۳ و ۴ ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ن گر ہستم و نیستم امانم می دہ

هوالغنی

اے کز تو ہزار شکوہ بودہ است مرا (۷) یک عشوۂ تو زجا ربودہ است مرا
دادی تو کتاب دل ز دستم بردی   خوش باش ز تو امید سود ست مرا
(شب مابین ۲۵ و ۲۶ ر ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۸)

اے آنکہ ز ہر بلا پناہی تو مرا   من بندۂ خوار و پادشاہی تو مرا
می دہ تو پناہم از بلائے عصیاں   بنمائے سبیلِ بے گناہی تو مرا
(شب مابین یکم و ۲ ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ن عاصی

(۹)

بعہدِ میجر رنجیت سنگہ افسرِ ما[1]   منظم ست بہر طور کار دفترِ ما
غنیمت ار نشماریم عہدِ میمونش   ہزار حیف بر احوالِ ما و اخترِ ما

(۱۰)

ہموارہ دلم درد و سرم در سودا   روحم رسوا و در رہِ حرص و ہوا
دادار کرم دہ کہ روحم آسودہ   دادم دہ کہ دردِ دل ارد رسوا
(شب مابین یکم و ۲ ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ن دلم

---

[1] از رؤسائے عظام ضلع مظفرنگر (صوبۂ آگرہ) و سکرٹری زمیندار ایسوسی ایشن صوبۂ مذکورہ کہ از ذوق ادب عربی و فارسی مشام را تازہ می دارد و کام را لذت بے اندازہ می دہد   مرتب

(۱۱)

خیّام بگوید کہ جہان ست سراب   سرمایۂ او عیش و نشاط ست شراب
من نیز بگویم کہ جہان ست خراب   در مذہبِ من حاصلِ آں کارِ ثواب   ب
(شام ۲۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۲)

گویند کہ سرمایۂ عیش ست شراب   بے کارِ حیات نیست بے بادۂ ناب
مے خوردنِ تو برائے مستی باشد   بے بادہ منم مستِ ولائے احباب
(شب مابین ۶ و ۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

اصحاب

مستی ست غرض ز خوردن بادہ ترا

(۱۳)

دنیا طلبا نگویمت کاں مطلب   یا بہرِ معاش ساز و ساماں مطلب
فرق ست میانِ طلب باطل و حق   از مالِ حرام قوتِ جاں ہاں مطلب
(شب مابین ۲۸ و ۲۹ر ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۴)

در مسلمِ ہند خصلتے ہست عجیب   گر پیر و جوان ست و امیر ست و غریب
جملہ در غفلت اند و جملہ کاہل   الزام بہ تقدیر کنند و بہ نصیب
(شب مابین ۲۳ر و ۲۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۵)

روز ست پئے معاش و تا شام مخسپ   در شغلِ عمل بباش و ناکام مخسپ
از خدمتِ خلق نامِ نیکو می جو   نامِ تو مزمّل ست و گمنام مخسپ   پ
(۱۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

---

(۱۶)

ت پیری و سرت سفید و دندانت ریخت   سمع و بصرت ہست بہ آہنگِ گریخت
در آخرِ عمر باش در فکرِ معاد   زاں پیش کہ گِل بہ گِل بخواہد آمیخت

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء)

اللہ باقی من کل فانی

(۱۷)

در عرصۂ عمر کارہا کردم سخت   گہ یار و گہے فرار بود از من بخت
ایں ہا بگزشت و کاش وقتِ مردن   از ورطۂ عصیاں بسلامت برم رخت

(شب مابین ۵ و ۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اللہ اکبر

(۱۸)

علامِ غیوب واقفِ اسرار ست   در امرِ من و تو مالک و مختار ست
گر با تو خطا کنم سزایش یابم   بر من تو جفا کنی خدا غفار ست

تو جور ہمی کن کہ

بسم اللہ الغفور الرحیم

(۱۹)

لہ زجر و توبیخ شما بر سرِ ایں بندہ چرا ست   رائیگاں خدمت و الزامِ خطا از چہ روا ست
خیر! مزمل بیچارہ خطا کارے ہست   فاعفوا واصفحوا آخر نہ سزاوارِ شما ست

(۱۸ نومبر ۱۹۳۲ء)

لہ مخاطبِ ایں رباعی بندۂ ہیچمداں محمد مقتدی خان ست۔ دریں سلسلہ مکاتبتے کہ فیما بین پیش رفت (و نقل آں غالباً خالی از لطف نباشد) در کانفرنس گزٹ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۲ء ہم اشاعت پذیر شدہ بود، البتہ بحذفِ اعلام۔ وہو ہٰذا۔ (ملاحظہ باشد صفحہ آیندہ)

مرتب

(مکتوب گرامی نواب صاحب مرحوم بنام محمد مقتدیٰ خاں شروانی)

بھیکم پور - ۱۸ر نومبر سنہ ۱۹۳۲ء

اقتدا مآب فضیلت انتساب، مجمع اللغات و مستجمع الاشارات والکنایات والمطائبات و جوامع الکلام والکلمات مدّت مکارمکم و من قاربکم و بارک اللّٰہ فی مشاغلکم و محاسنکم و حسابکم و احتسابکم آمین!

السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ۔ نامۂ[1] عریض و طویل موجب جرثقیل شرف صدور فرموده باعث انتباه موفور شد۔ ہمانا مآثرِ عالمگیری زیر مطالعه بود۔ دو شعر از نظر گزشت که بطور ہدیۂ تہنیه عرض می شود و ہو ہٰذا ؎

ہیچ دانی که شیر مردی چیست　شیر مردِ زمانه دانی کیست؟
آں که با دشمناں تواند ساخت　آں که با دوستاں تواند زیست

صبح که برخاستم چہار مصراع قطعه بخاطرم گزشت که بطریق نذر صبوحی پیش کش خدمت ست "گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"۔

بسم اللّٰہ العفو الرحیم

زجر و توبیخِ شما بر سرِ ایں بنده چرا ست　رائگاں خدمتِ و الزامِ خطا از چه روا ست
خیر! مزمّلِ بیچاره خطا کارے ہست　فاعفوا واصفحوا آخر نه سزا وارِ شما ست

این ست جواب نامۂ تہدید شمامۂ جناب شما۔ حالا عرضِ حال شماتت اشتمالِ این فقیر حقیر سراپا تقصیر ملاحظه فرمایند۔ یعنی با ہمه آشوبِ چشم و دل پر آشوب و فتنِ چشم براه قدم رنجه فرمودنِ حضرت شما می باشم۔ عزیزی صابر علی خاں باوجود کسلِ طبیعت و گونه حرارت عارضی آمده اند و قرار کرده اند که صباح یک شنبه بستم نومبر اگر رونق افروزی ظفر منزل مرکوزِ خاطر ارشاد مآثر باشد و شکر اللّٰہ خاں صاحب ہم اگر آں جا ہستند ہمرکاب باشند ایں جا بندۂ عاجز و صابر علی خاں و نور العابدین خاں با ہم باشیم و اگر تدبیرے برائے حل کار ہائے مالاینحل رو دہد خوب ست آینده ہرچه رضاءِ شما۔ والسّلام۔

خاکسار اقتدا شعار سراپا گناه خیرخواه
مزمّل اللّٰہ غفر له اللّٰہ و عافاه

---

[1] مراسلت این چنین مکاتبت بزمانے اتفاق افتاد که ہر یکے از مایان خوں می گریست و سوے پایۂ عرش منتقم حقیقی و بیچوں می نگریست　مرتّب

(جواب مکتوب از جانب محمد مقتدی خاں شروانی)

۶۸۶

۱۸ر نومبر۔ شب

اَلا اے شیرِ میدانِ بسالت — سمیِّ حضرۃ ختمِ رسالت
سلام و رحمتِ حق بر تو بادا — ترا در دہر رنجورے مبادا
فرستادی بمن نیلی[۱] کتابے — سلیماں کرد با مورے خطابے
غذاے بود جسمانی و روحی — بشب[۲] بخشید لذاتِ صبوحی
ولے مامور گشتم بر جوابے — کہ حاشا نیست مقروں با صوابے
بماموری چو معذوری ہست لابد — سرِ خود را فگندم در برِ جیب
ہماں دم خامۂ خود را گرفتم — نگر آمد بریں جرأت شگفتم
من بندہ کجا و تو کجائی — گدا را می نہ زیبد بادشائی
کجا ماند زمیں با سطحِ افلاک — "چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"
چہ گویم اندریں عالم چہائی — زبس ایں خاکداں را کیمیائی
کسے مثلِ تو گیرائے قلم نیست — بوادیِ کتابت[۳] ہم قدم نیست
کجا تا شعر تفسِ بندہ را راہ — کہ اِلّا وُسعہا ما کلّف اللہ
زافکار و الم بے کیف و بیہوش — زشورِ اندروں چوں دیگ در جوش
پسندِ خاطرِ ایں گفتار گر ہست — "ورائے شاعری چیزے دگر ہست"
جوابِ مختصر من می کنم عرض — کہ ایجاز ست پیشِ مہتراں فرض
نمی باید مرا جز اخذِ ایجاز — کہ ایجاز ست ہم یک صنفِ اعجاز
تو دانی کارِ نور العابدیں را — سزاوارِ سزا ہر آں و ایں را
بدستِ گردنِ صابر علی خاں — ثنا سازِ رموز و گنج "جی ہاں"
ہمیں آئینہ شکر اللہ خاں ہم — مرا در اکردہ ام تاکید پیہم
من آیم از پئے خود بہر بیعت — بریں بس ختم کردم ایں حکایت

قلم بگرفت تشنگیِ قوافی
سیاہی خشک شد اللہ کافی

(امتثالاً و ارتجالاً نوشتہ شد)

بندۂ جانی محمد مقتدی خاں شروانی

[۱] برعایت رنگ کاغذ و سیاہی ۱۲

[۲] بمناسبت ارشاد "ہدیۂ شبینہ" و "نذرِ صبوحی" آنیز آں کہ ورودِ نامۂ مبارک بشب بود ہماں دم فکرِ ایں اشعار بے‌اختیار رو نمود ۱۲

[۳] اگر "خطابت و سیاست" وغیر ذالک گفتہ شود ہم روا باشد ۱۲ [۴] تکیہ کلام موصیٰ الیہ ۱۲

(۲۰)

ہر صبح دلم بفکرِ کارِ دگرست
ہر شام غمم بہ گیر و دارِ دگرست
ہر شب در خواب خوابِ دیگر بینم
القصہ سفینہ ایم و بارِ دگرست

(شبِ مابین ۴ر و ۵ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۲۱)

دشمن خواہد کہ بر کَنَد از تن پوست
از دشمنِ بدسگال دوری نیکوست
مردانہ بباش و از خدا نصرت خواہ
"دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست"

(شب مابین ۲۸ و ۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

بسم اللہ العلی العظیم

(۲۲)

چوں من بوفائے تو کسے نیست کہ ہست
جویانِ رضائے تو کسے نیست کہ ہست
فی الجملہ زنیرنگیِ دنیا چوں من
مجروحِ جفائے تو کسے نیست کہ ہست

(۲۳)

بودم در فکر کاین رباعیہا چیست؟
ہر شب پئے تعلیمِ من آں آخر کیست
ناگاہ بگوشم ز ادب گفت سروش
تلمیذِ رحمٰن بہ ایں بے خبری ست

(برخی در روز ۱۳ر ستمبر و جزوے در شب مابین
۱۳ و ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۲۴)

مے حرام ست باسلام و عجب مسئلہ ایست
نظمِ ہر زاہد و رند از پئے مے مشغلہ ایست
آں کہ یک قطرۂ مے گہ نہ چشیدہ است بخواب
شعر در وصفِ شراب ست عجب حوصلہ ایست

(۲۳ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۲۵)

تضمین

دل دارم و ہیچ شخص دلدارم نیست   سر دارم و ہیچ شخص سر دارم نیست
شادی بجہاں بس ست و من ناشادم   جز کردنِ کار در جہاں کارم نیست
(شب مابین ۵ و ۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۲۶)

گویند کہ اعتبار تقدیر گزشت   گویم کہ بسا کار ز تدبیر گزشت
بس عقدہ کشادیم ز تدبیر ولے   تقدیر بہ پیش آمد و تدبیر گزشت
(۱۲ر جولائی ۱۹۳۳ء)

هوالعلی الکبیر

(۲۷)

انعامِ وفا کسے چو من کمتر یافت   یعنی صلہ اش جور و جفا اکثر یافت
دل گیر مشو صبر کن اے مزمّل   مظلوم ہمیشہ داد از داور یافت
(۱۳ر جولائی ۱۹۳۴ء)

(۲۸)

در خدمتِ خلق عمر برباد نہ رفت   از خدمتِ قوم ہیچ ناشاد نہ رفت
صد بار گرت ز قوم بیداد رسد   ہاں شاد بزی، بگو کہ بیداد نہ رفت
(۵ر جولائی ۱۹۳۳ء)

ث

(۲۹)

از دشمنیِ خصم ملال ست عبث   بے مہریِ دوستاں خیال ست عبث
ایں ہا بگزار و باش در فکرِ معاد   جز یادِ خدا جملہ وبال ست عبث
(شب مابین ۷ و ۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۳۰)

بر ہستیِ من ہست رضایت باعث
بر نیستیم بود قضایت باعث
القصہ رضاست بر قضا ایمانم
بر لوح و قلم قضائے ما قضایت باعث

(شب مابین ۸ و ۹ ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۳۱)

از نورِ احد بفرق احمدؐ شد تاج
یک پایہ از عروجِ او شد معراج
مزّمّل ام و غلامِ احمدؐ پدرم
میراثِ من ست نعت بر ایں منہاج

ج

(شب مابین ۸ و ۹ ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۳۲)

اے آنکہ بہ محنت بہم آوردی گنج
دانی کہ بود قافیۂ گنجِ تو رنج
تا چند کشی رنجِ حفاظت چوں مار
در منفعتِ خلق بکن صرف و مرنج

(شب مابین یکم و ۲ ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۳۳)

زنجیرِ قضاست بر گلویت صد پیچ
بیہودہ مخواہ رستگاری از پیچ
راضی بقضا نشین و خوش دل می باش
دردت ہمہ ہیچ و ہم دوایت ہمہ ہیچ

ج

(۲۷ ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء بہ سواری موٹر واپسی از علی گڑھ)

(۳۴)

ہیچ ست ز آمال و آمانی ہمہ ہیچ
چوں مرگ رسد جہانِ فانی ہمہ ہیچ
چوں ایں ہمہ ہیچ ست غمِ ہیچ مخور
شادی و غمی و زندگانی ہمہ ہیچ

(۹ ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ح

(۳۵)

خورشید کہ تافت زافق وقتِ صباح   گہ حیلہ زغم آورد و گہ ز فلاح
شادی و غم اند خواہرانِ توام   از ہر دو گریز و نفس را کن اصلاح

(شب مابین ۹ و ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

خ

(۳۶)

این دل کہ ترا می پرد از کاخ بکاخ   چون مرغکِ رم دیدہ پرد شاخ بہ شاخ
گر مردہ دلی دلِ تو تنگ ست چو گور   گر زندہ دلی دلت جہانے ست فراخ

(شب مابین ۱۰ و ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ھوالمعزّ

د

(۳۷)

چون شاہ مرا خطابِ ادبی ای داد   از خاک سرم بہ اوجِ افلاک نہاد
بر شاہ و بہ خاندان و بر سلطنتش   انعامِ خدا ز حدِّ حصر افزون باد

(۲ر جنوری ۱۹۱۹ء)

(۳۸)

مغرور مشو چو کارِ تو شد حسبِ مراد   از نخوت و کبر گشت شیطاں برباد
کوشش کن و بر فضلِ خدا تکیہ کن   فعّال ما یرید کند کل ما یراد

(۱۷ر ستمبر ۱۹۳۳ء ختم شد)

(۳۹)

امروز حبیبم[1] بہ دو تشریف نواخت   ہم آمد و ہم خلعتِ تشریفم داد
دادار نوازدش بہ ہر دو عالم   دنیاش بخیر باد و عقبیٰ ہم باد

---

[1] نواب صدر یار جنگ بہادر ۔ مرتب

(۴۰)

[illegible]

اے دوست[1] چو بست و ہشت ۲۸ سال ست بہ یاد   تبریکِ ولادتِ پسر گفتا دلِ شاد
آں پورِ عزیزِ جاں محمد مسعود   از عقدِ نکاح گشت خانہ آباد

(شب مابین ۱۵ و ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۳ء)

(۴۱)

گفتند بشب مخواں کہ نقصاں دارد   گفتم کہ دلم شوقِ فراواں دارد
افسوس کہ آخرش نظر شد خیرہ   افراطِ عمل نتیجہ حرماں دارد

(بوقت صبح ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۵ء)

(۴۲)

دل در ہوسِ بقا بود چہ می باید کرد   دنیا برہِ فنا بود چہ می باید کرد
فارغ از فکرِ ہست و نیست می باید بود   انجام چو بر قضا بود چہ می باید کرد

(شب مابین ۲۶ و ۲۷ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اللہ باقی من کل فانی

(۴۳)

بسیار کس اند در پیم بزرگ و ہم خرد   گویند کہ حالاتِ تو بایست شمرد
گویم کہ فقط ایں قدرم ہست خبر   پیدا شدم و زندہ ام و خواہم مرد

(شب مابین ۷ و ۸ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

[illegible]

(۴۴)

انکارِ معاد و دین آساں باشد   ملحد ز قیودِ دیں ہراساں باشد
بشکستنِ شیشہ باشد آسان مگر   صنعتِ گریِ شیشہ نہ آساں باشد

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] یاد عقدِ نکاح مولوی مسعود الرحمن خاں (پسر کوچک نواب صدر یار جنگ بہادر کہ رباعی (شمارہ ۴۷ و ۵۱) بوقت ولادتش ہم فرمودہ بودند   مرتب

(۴۵)
مفلس ز فکر ناں پریشاں باشد منعم پئے مال و جاہ حیراں باشد
مزّمّل اگر ز من بپرسی گویم خوش آنکہ پئے رضائے یزداں باشد
(۵ر جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۴۶)
سر تیج بہادرے[۱] کہ سپرو باشد در حکمت و علم چوں ارسطو باشد
قانون و سیاست و تمدن ملکش خوش صورت و خوش سیرت و خوش خو باشد
(۱۲ر ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۴۷)
مولود[۲] بہ خانۂ حبیبے آمد مسعود عزیز و خوش نصیبے آمد
دردِ دلم از دیر علاجے می خواست المنۃ للہ کہ طبیبے آمد

(۴۸)
در روزِ ازل چہ خوش عبارت گفتند از امر شفاعتم بشارت گفتند
معبود احد بود حبیبش احمد العاقل تکفیہ الاشارۃ گفتند
(۶ر جولائی سنہ ۱۹۰۱ء ۴ بجے صبح)

(۴۹)
چوں یار مرا خلعتِ زرّیں دادند امسال خطابِ شرف آئیں دادند
انعام ز قدرِ خدمتم بیشتر ست یک کردہ ام و ہزار چندیں دادند

---

[۱] ملاحظہ طلب قطعہ شمارہ ۲۶ مرتّب
[۲] ملاحظہ طلب شمارہ ۴۸ و ۵۱ مرتّب

(۵۰)
از نامِ ترقّی چہ ستمہا کردند   دین و ملت نصیبِ اعدا کردند
صورت، سیرت، شعارِ قومی، ادب   برباد بہ تقلیدِ اروپا کردند
(شب مابین ۲۹ ر و ۳۰ ر نومبر ۱۹۳۳ء)

(۵۱)
مولودِلہ بجنانۂ تو مسعود بود   در ہر دو جہاں کارِ تو محمود بود
ہر آرزوے کہ در خیالت آید   ناکردہ دعا پیشِ تو موجود بود
(بمقام بھیکم پور بوقت ہفت ساعت صبح بتاریخ ۶ ر جنوری ۱۹۰۵ء فی البدیہہ
بہ تقریب تولد پسر بجانہ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب حسرت رئیس حبیب گنج گفتہ و ہماں دم نوشتہ شد)
(نیز ملاحظہ طلب شمارہ ۴۷ و ۴۸ سابق)

(۵۲)
روزے کہ وداعم ز جہاں خواہد بود   بارِ عصیاں بلاے جاں خواہد بود
مدّاحِ رسولم و ز فرمانِ خدا   مدّاحِ محمدؐ بجناں خواہد بود
(شب مابین ۶ و ۷ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۵۳)
مے خوارئِ شاعراں ز ایہام بود   ذکرِ مے و معشوق درو عام بود
چوں سعدیؔ و جامیؔ نبود فارغ ازیں   خیّامِ غریب مفت بدنام بود
(شب مابین ۱۹ ر و ۲۰ ر دسمبر ۱۹۳۳ء)

لہ ملاحظہ طلب شمارہ ۴۷   مرتّب

تا عقل نہ بود با کسم کار نہ بود (۵۴) در پیش و پسم ز فکر انبار نہ بود
خوش باش ز دعوائے تعقل بگریز ہشیار ہماں ست کہ ہشیار نہ بود
(شب مابین ۱۱ و ۱۲ ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۵۵)
اخلاصِ عمل چو شرطِ ایماں نبود پس دہری و گبر چوں مسلماں نبود
ایمان و خلوص لازم ست و ملزوم حقا کہ اگر ایں نبود آں نبود
(انشدہ العبد الراجی الی اللہ المنان محمد مزمل اللہ خاں المتخلص بہ مزمل
فی تاریخ ستۃ فی شہر اپریل سنہ ۱۹۰۹ء فی وقت الصبح حینما کان راکبا
علیٰ فرسۃ الشکیلہ فی بھیکم پور)

کیفی[1] کہ ز کیفِ سخن آگاہ بود (۵۶) شاعر ہمہ اختر اند و او ماہ بود
بے مشعلِ علم در شبِ تیرۂ جہل ہر کس کہ بَرَد راحلہ گمراہ بود
(بمقام علی گڑھ سنہ ۱۹۲۴ء)

(۵۷)
گیرم کہ ترا ز کس ملالے نبود از کردۂ نیک و بد خیالے نبود
لیکن چہ تواں کرد کہ از کردۂ من گاہے نبود کہ قیل و قالے نبود
(شب مابین ۷ و ۸ ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ن از نیک و بدے کسے خیالے نبود

---

[1] مولوی محمد مبین کیفی چریا کوٹی (فرزند اصغر مولوی محمد فاروق چریا کوٹی مرحوم و برادر زادہ مولوی عنایت رسول چریا کوٹی مغفور) مرتب

(۵۸)

خواہم کہ ترا ز من ملالے نبود   از من بہ بدی ترا خیالے نبود
از شومیِ بخت ہست کز خدمتِ من   اظہارِ رضا بہ ہیچ حالے نبود

(شب مابین ۷ و ۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

بسم اللہ العلی العظیم

(۵۹)

باراں بارید و بس فراواں بارید   در کوشک و کمرہ و بہ دالاں بارید
از کثرتِ ہائے و ہوے مخلوقِ خدا   باراں گریاں و اشکباراں بارید

(شب ۵ر جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

ہو المعزّ

(۶۰)

خطابِ تازۂ "نواب بہادر" چو رسید   ز دوستاں بمن آمد پیام ہائے نوید
بہ سنِ نوزدہ صد سی و سہ ز سالِ مسیح ۱۹۳۳ء   ز پیشگاہِ حکومت رسید لطفِ مزید

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۱)

اے کہ جز درگہِ تو نیست مرا ہیچ ملاذ   نہ کسے ہست بغیر از تو سزاوارِ عیاذ
دشمنانند ہزاراں بہ پناہم درگیر   دوستم ہست اگر ہیچ کسے باشد شاذ

ذ

(شب مابین ۵ و ۶ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۲)

در قالبِ علم و عمل ست جاں کاغذ   احکام رسانندۂ یزداں کاغذ
ہرچند سفید ست سیاہش بکنند   از تیرگیِ قلوبِ ماست لرزاں کاغذ

(شب مابین ۱۰ و ۱۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

⁂

هوالمعین

(۶۳)
د خوبست کہ یارانِ تو باشند ہزار   ہر یک با صدق و با ولاے بسیار
زین خوب ترست نیز بگویم کہ چہ باشد   حاجت نہ بود ترا از ایشاں زنہار
(شب ما بین ۱۹ و ۲۰ ر ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۴)
تعجیل مکن عزیز در کردنِ کار   انجام ز اقدام مقدّم انگار
گر فیصلہ این ست کہ کردن فرض ست   بسم اللہ بکن بکوش تا آخرِ کار

(۶۵)
نیست معبود کسے غیر خداے برتر   بے شک و شبہ محمدؐ بودش پیغمبر
دینِ اسلام چہ دینے ست مبارک دینے   کہ بہ دنیاؤ بہ عقبیٰ کندت رفعِ ضرر
(۱۷ ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۶)
ز شکر ست فراموش و رہِ شکوہ دراز   احساں کردی۔ درِ عداوت شد باز
از شکر و احساں بگزشتیم مگر   چارہ چہ بود دشمنی اے ہمراز
(شب ما بین ۳ و ۴ ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۷)
اے آنکہ بہ تو بختِ رسا ہست بساز   فیاض بباش و کارِ مخلوق بساز
امروز اگر خدمتِ مخلوق کنی   فرداست جزا از کرمِ بندہ نواز
(موٹر ۶ ر نومبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۸)
در دِل ہوسِ معاش باشد شب و روز
جاں در طلب و تلاش باشد شب و روز
ہر کو ز رہِ قناعت آگاہ بود
قانع بہ دو نان و آش باشد شب و روز
(شب ما بین ۲۶ و ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۶۹)
ہر دم بدلم وساوس ست از خناس
ہر لحظہ ز کالائے بد آرند اساس
انسان بصورت اند و باطن ابلیس
اعوذ بک الرب من الجنۃ والناس س
شیطان
(شام و شب ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

سبحانہ تعالیٰ شانہ

(۷۰)
حریفِ من ہمہ جور و جفاست کافر کیش
برائے خود ہمہ نوش و برائے من ہمہ نیش
مگر کہ غافلے از دست بُردِ دستِ قضا
کہ پیش او ہمہ یکساں بود چہ گرگ چہ میش ش
(شب ۲۶ جولائی ۱۹۳۳ء)

(۷۱)
اے تن پسِ جانِ تو دوان است مرض
سرما آمد بلائے جان ست مرض
شب ہا تا صبح نزلہ بر سینہ سوار
ہر روز ز صورتت عیان ست مرض ض
(شب ما بین ۴ و ۵ دسمبر ۱۹۳۳ء)

(۷۲)
یک نکتہ ز بندہ است در گوشِ تو عرض
گو جاں برود مگیر از دو ناں قرض
ناچار اگر بگیری از شخصے وام
پس دادن او شمار بر خود فرض
(شب ما بین ۱۲ و ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

نا فی آرتی

ط

برجبهات از نسخهٔ تقدیر ست خط (۷۳) کاحوال جهان گزشتنی ست برآتی نمط
آلوده مباش ز آبِ گندگیِ عصیاں آسوده و پاک باش در آب چو بط
(شب مابین ۱۲ و ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

هر آنکه نوشتند ز تقدیرِ تو خط (۷۴) هرگز نتواں کرد به تدبیر غلط
گر غم به نصیبِ تست بنشین و بخور ایں غم نشود غلط به چنگ و بربط
(شب مابین ۲۱ر اکتوبر و یکم نومبر ۱۹۳۳ء)

ناپسند

ظ

باید که بهر لحظه کنی پاس و لحاظ (۷۵) کالائے بدی میار همچو کافر به عکاظ
از مغز بجوے نکته ها از قرآں از پوست مکن ورد چو دورِ حفّاظ
(شب مابین ۱۲ و ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ع

چوں جانِ تو از تنِ تو آید بوداع (۷۶) گوید که بمن بده گرت هست متاع
ایماں اگرت سلامت ست با او بیا تا وقتِ نزع بصلح میری نه نزاع
(شب مابین ۱۲ و ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

آزادیِ رائے زیرِ قانون و شرع (۷۷) اصلِ آزادی است باقی جمله فرع
بے ضبط مباش خوار و غلطاں پیچاں بے هوش و حواس همچو بیماریِ صرع
(هردو رباعی در اثنائے راه علی گڑھ به سواری موٹر بوقت شام بتاریخ ۲ر نومبر
۱۹۳۳ء موزوں کرده شد)

(۷۸)

اے ذاتِ تو ارفع و مکانِ تو رفیع   فریاد رسی و ہم بصیری و سمیع
مزمّلِ بیچارہ گنہ گار و بدست   بخشائے بر او کہ رحمتت ہست وسیع

(شب مابین ۵ و ۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

غ

(۷۹)

عمرت ہمہ برباد شد افسوس و دریغ   جلّادِ قضا بر سرِ تو آختہ تیغ
در آخرِ عمر از خدا ترس بکن   قہرش ہمہ آتش ست و مہرش ہمہ میغ

(شب مابین ۱۲ و ۱۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ف

(۸۰)

یارے[لہ] دارم کہ با من ست او بخلاف   من نیز برائے او ندارم ایلاف
ہر دو را راہ جدا ہست مگر منزل یک   چوں[ن] بحثِ شوافع زگروہِ احناف

(۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ن تکرار مکن چوں نہ پسندی اصراف

[لہ] بزرگے بود حافظ عبداللطیف خاں نام کہ از نوّاب صاحب مرحوم قرابت داشت ہم خاندانی و ہم ہمسائگی و بالا برہمہ قلبی۔ نوّاب صاحب موصوف را بحضور "حافظ صاحب" و درغیبت "حافظ یار" می فرمودند۔ مردے بود سادہ دل مگر بسبب خفقان و مراق دل جوئی و دل داری او چنیں شاق کہ گاہ گاہے دریں جگر خوں می شد۔ بارے (چناں کہ معمول بود) از نوّاب صاحب رنجید۔ نواب صاحب ایں رباعی نوشتہ و بہ نواب صدر یار جنگ بہادر نقل کرد۔ نواب صدر یار جنگ بہادر تفنناً تحریر فرمودند:

"جناب برادر مکرم من ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ صبح بیدار ہونے پر "حافظ یار" پر رحم آیا۔ بے تامل دو مصرعے زبان پر آگئے۔ پیش کرتا ہوں شاید پیوند کھا جائیں ؎

خلاف ہست و لیکن وفاق ہم داریم
چو اختلاف میانِ شوافع و احناف

نیاز نشان
حبیب الرحمن"

حبیب گنج:
۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء

بالبغض و عداوت ست ہر لحظہ حریف (۸۱) گر فصلِ ربیع ست و اگر فصلِ خریف
خنداں خنداں و زہر خنداں آید   از طعنہ بگوید کہ "مزاجِ تو شریف"

بی مزاجِ شریف

(باثنائے راہ علی گڑھ در موٹر ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ق

شیطانِ لعین ست بہرہ قزّاق (۸۲) گر راہِ حجاز ست و اگر راہِ عراق
اندیشہ ندارم بروم سوئے مدینہ   اندیشہ چو کفر ست بہ کیشِ عشّاق

(شب مابین ۲۹ و ۳۰ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

خواہند ز جانم نبود نیم رمق

اے ربِّ سما و ارض و اے ربِّ فلق (۸۳) اعوذ بک ربّی من شرِّ ما خلق
از شرِّ خلق در پناہم در گیر   خواہند کہ حاصل نکنم سدِّ رمق

[illegible]

(شب مابین ۲۱ و ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اے دل اگرت بختِ جوان ست رفیق (۸۴) رو خدمتِ خلق کن بقدرِ توفیق
از خدمتِ خلق مرد مخدوم شود   نعم الرفیق ثم نعم التوفیق

(در اثنائے راہ قدرے در ٹھیکم پور و قدرے در موٹر براہ علی گڑھ - ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

گ

جان ست چو باغِ سبز و قضا ہمچو تگرگ (۸۵) چوں ژالہ چکد بہ لالہ می ریزد برگ
صد سال اگر بر خوری از باغِ جہاں   باللہ کہ رہا نمی تواں شد از پنجۂ مرگ

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ل

(۸۶)
ہرچند کلاں ترم ز احباب بسال عقلم فرسودہ گشت و جسمم پامال
شرمم آید چو کس بزرگم گوید زیراکہ "بہ عقل ست بزرگی نہ بسال"

(شب مابین ۵ و ۶ ؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۸۷)
از کثرتِ انبہا و باراں امسال خلقے خوش حال و خلقِ دیگر بدحال
از کثرتِ انبہ انبہ خوراں ہمہ خوش دہقاں بدحال و سقفِ خانہ غربال

(شب ۵ ؍ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۸۸)
چشمم ہمہ درد و آرمیدن مشکل معشوقۂ من کتاب و دیدن مشکل
گویند بشب مخواں کہ نقصاں دارد نقصاں آساں کتب نہ دیدن مشکل

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ ؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(قندِ مکرر)
چشمم ہمہ درد و آرمیدن مشکل (۸۹) معشوقۂ من کتاب و دیدن مشکل
گویند بشب مخواں درو نقصان ست نقصاں آساں مگر نہ دیدن مشکل

(بمقام بھیکم پور - ۳ ؍ مئی سنہ ۱۹۳۶ء بوقت صبح)

بسمہ تعالیٰ شانہ
صد شکر تمنائے دلم شد حاصل (۹۰) بیعت کردم بدستِ شیخے کامل
حضرت عبد الغفور خاں نقشبندی مرحوم کو در کنفِ رحمتِ حق شد واصل

(شب مابین ۱۶ و ۱۷ ؍ نومبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۹۱)

سرِ[له] یوسفِ ما کہ ہست مردِ کامل　　فرزانہ و فرماں دہ و فردِ کامل
تسخیر کند ملکِ دلِ پیر و جواں　　چوں یوسفِ مصری بود عزیزِ ہر دل
(شب ما بین ۲۲ و ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۹۲)

از کردہ و ناکردہ منم سخت ملول　　در دفترِ حسنِ عملم مسدِّ فضول
یا رب بہ طفیلِ شافعِ روزِ جزا　　بخشائے بہ منِ ظلّام و جہول
(شب ما بین ۱۷ و ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

هو المعطی المانع

(۹۳)

دنیا خوانیست پُر ز اقسامِ طعام　　باید خوردن از و بمقدارِ ہضام
لیکن بہ ہوس چو زود و بسیار خوری　　بیمار شوی و درنیابی آرام
(شب ما بین ۱۱ و ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۹۴)

صد بار بہ تو عرضِ تمنّا کردم　　فریاد برآوردم و غوغا کردم
یک بار نہ کردی بہ منِ زار نظر　　مایوسم و از لطفِ تو ابرا کردم
(۲۳ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۹۵)

ما نیل فروختیم و دلگیر شدیم　　در دام افتادیم و بہ زنجیر شدیم
بودیم بفکرِ سود و کردیم زیاں　　تعجیل نمودیم و ز تدبیر شدیم
(الشدۃ عند النوم فی اللیل و اصلحتہ فی النہار فی بھیکم پور یوم الثلوث
۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء)

[له] نواب سر محمد یوسف بیرسٹر و رئیس جون پور در سیاست و قیادت مشہور نزدیک و دور
در ارتقائے ملک و قوم مساعی او موفور۔ مرتب

(۹۶)

عجیب راز که فاش ست با تو می گویم   دریں زمانِ دغل فارسی همی گویم
چو نخواهی   عجیب تر که نخواهی شنو ز مزمّل   نمی تواں که به اردو ز شعرِ تر گویم

(شب مابین ۲۹ و ۳۰ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۹۷)

هر شب تا چند سرّ یعنی گفتن   از تارِ رگِ جاں دُرِ معنی سفتن
هاتف گفتا که بهرِ نفعِ مخلوق   می گو می گو اگر توانی گفتن   ن

(بوقت صبح ۳۰ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۹۸)

[1] ای دوست چو بست و هشت سال ست که من   تبریک ولادتِ پسر بگفتم به علن
آں پورِ سعید یعنی مسعودِ الرّحمٰن   قد نال زواجاً بطریقِ الاحسن

(شب مابین ۱۳ و ۱۴ دسمبر ۱۹۳۳ء)

(۹۹)

چوزه   بچّهٔ طاؤس بلذّت فزوں   پخته رسیده است بمن از دادوں
تحفهٔ جنّت ز ابوبکر خاں   لحمِ طیرٍ ممّا یشتهون

(شب مابین ۳۰ و ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۰)

دنیا طلبانند پئے مال و بنون   عقبیٰ طلباں در پئے جنّت و عیون
زاهد بسرِ عُجب و مزمّل با عجز   کلُّ حزبٍ بما لدیهم فرحون

(شب مابین ۲۲ و ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] نیز ملاحظه طلب شمارهٔ ۴۰ و ۴۷ و ۵۱   مرتّب

(۱۰۱)

و

سر تیج بہادر و سر اقبال ہر دو　　کشمیری و سپرو اند از نسلِ نکو
یک پنڈت و یک مسلم و ہر دو مخلص　　یک لائیر و یک شاعر و کامل ہر دو

(۱۲؍ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء)

(۱۰۲)

ه

ماییم و خطاری و تقصیر و گناہ　　شیطانِ رجیم کردہ مارا گمراہ
بر دیوِ پلید اے مزمّل می خواں　　لاحول ولا قوّۃ اِلّا باللّٰہ

(۴؍ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء علی الصباح گفتہ شد)

(۱۰۳)

افسوس کہ قومِ ماست در حالِ تباہ　　با بغض و عداوت ست ہر یک ہمراہ
گم شد ز میانہ راہِ اخلاصِ عمل　　اِنّا لِلّٰہ ثُمّ اِنّا لِلّٰہ

(بہ اثنائے راہ علی گڑھ در موٹر۔ ۱۳؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۰۴)

عمرم ہمہ در الفتِ تو صرف شدہ　　موئے مشکیں سفید چوں برف شدہ
یک لحظہ نہ کردی تو بہ انصاف عمل　　انصاف ز سرکارِ تو برطرف شدہ

(۲۳؍ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۰۵)

خوش آنکہ ز بد کردۂ کس پشیماں باشی   ز اندیشۂ رست و خیز ترساں باشی
نیکی کن و با خلقِ خدا شاد بزی   گر ایں بکنی مردِ مسلماں باشی

ی

(۵ر جولائی ۱۹۳۳ء)

(۱۰۶)

رسم ست ز شاعراں بطرزِ غالی   ذکرِ مے و معشوق و پریشاں حالی
در سر نہ بود نشہ و نے در دل عشق   آوازِ دہل ہست ز بطن خالی

(شب مابین ۱۳ و ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء بمقام علی گڑھ)

شہر آشوب

هو العلیم الخبیر

واحسرتا کہ درد بدرماں برابرست   یعنی بہائے مرگ بصد جاں برابرست
ہر ژاژ خا و مزخرف و شوم و بدسرشت   با خوش بیان و منعم خوشخواں برابرست
آوخ بریں زمانِ پرآشوب و پُر خلل   کاندر قضائے او خر و انساں برابرست
ہندوستاں کہ عہدِ علومِ قدیم بود   حالا بجہل و شر لسبوداں برابرست
ہر ناشناس و کودن و نافہم و بے خرد   در زعمِ خود بہ حضرت لقماں برابرست
بہتان و کذب و حرص و حسد فتنہ و فساد   با علم و حلم و عزت و باشاں برابرست
بہ گوئی برادرِ خود فخرِ ما بود   دشمن دریں زمانہ با خواں برابرست
عاقل بہائے عقل نیابد مگر لگد   ابلہ بعزّ و جاہ بہ سلطاں برابرست
ہر کہ دریں زمانہ بود ہمنشین مہ   ہر مزبلہ بہ صحنِ گلستاں برابرست
ہر جبل ساز و سفلہ و کم ظرف و بے سواد   با مردِ حق شناس و سخنداں برابرست
روباہِ حیلہ ساز دریں عہدِ پر دغل   در تمکنت بہ شیرِ نیستاں برابرست
دردا کہ خونِ پاکِ جوانانِ پاکِ ذات   در خاک ریختند بارزاں برابرست
آدم بجیبرگی بکند ذبح آدمی   انساں بہ میش و میش بہ انساں برابرست
فساق را بہ فتوئے قاضی بود صلا   مے خور کہ مے بہ چشمۂ حیواں برابرست
قزاق و دزد و راہ زن و قاتل و ظلوم   ایمن زدار و گیر بہ مہماں برابرست
وزایں زماں دروغ بود بر سرِ فروغ   دار القضا بہ مجلسِ طفلاں برابرست
صادق گواہِ خویش نیابد بجز خدا   کاذب بہ شورہ پشتیِ شیطاں برابرست

[illegible]

زردار و چاپلوس درین عصرِ دوں پرست | در چشمِ حکمراں بہ سلیمانؑ برابرست
[1] ہر بدسگال طعنہ زند خیرخواه را | لابہ درین زمانہ بایماں برابرست
ہر پیادہ شاہ مات دہد بادشاہ را | فرزیں درین بساط بکبراں برابرست
دشمن بدوست ہیچ نیرزد مگر ببیں | در وقتِ ما کہ دوست بثعباں برابرست
نافہمی زمانہ چہ گویم کہ اندریں | دعوائے بے دلیل ببرہاں برابرست
حکّام را دو گوش فراخ ست و چشم بند | بدگوئے ایں زمانہ بلقماں برابرست
عبد العلی[2] بجور و جفا کشتہ شد مگر | حاکم بہ پاسداریِ جاٹاں برابرست

زیں پس مکن مزمّلِ رنجیدہ اعتبار
در کارگاهِ عقل ہر انساں برابرست

(۱۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

هو الشّافی هو الکافی

از وبائے بخارِ ناہنجار[3] | گشت امسال عالمے بیمار
آمد از یورپ انفلوئنزا | بسنِ نہ صد ہژدہ و ہزار ۱۹۱۸ء
سختی ایں مرض اگر پرسی | اندکے از بسے کنم اظہار
دردِ سر دردِ سینہ دردِ کمر | دردِ پہلو و دست و پا و کنار
شعلہ در چشم و سینہ و معدہ | وقنا ربّنا عذاب النّار
خواب و خور شد حرام بر رنجور | تشنگی بے شمار و بے مقدار

---

[1] از ساعت سہ تا ساعت شش شام جستہ جستہ گفتہ شد ۱۲

[2] عبد العلی عرف "جمّا میاں" پسر بشیر کہ یکے از ملازمانِ مقرّبِ عنایت اللہ خاں صاحب مرحوم عم نواب صاحب مرحوم بود۔ خاں صاحب ہر دو را بسیار عزیز می داشتند و چند موضع زمینداری بملک شاں کردہ بودند۔ جمّا میاں در سنہ ۱۹۰۲ء از دست جاٹاں شہید شد۔ مگر قاتلین بکیفر کردار خود نرسیدند۔ مرتب

[3] وبائے حمائے نزلی کہ در سنہ ۱۹۱۹ء در ہند عالمگیر شد۔ (م)

شدّتِ سرفہ دم فرو بستہ   نزلہ بر سینۂ مریض سوار
ہمہ شب آہ آہ شور و فغاں   ہمہ روز ست کرب و ضعف و بخار
تپ و ہذیان و کرب و بیہوشی   اضطرابِ دل و بسینہ فشار
شد مریض از بخار سہ روزہ   ہمچو بدقوق لاغر و افگار
نیست یارائے جنبش و حرکت   نیست یارائے خوردن و گفتار
آہ ازیں ماندگی و ناچاری   آہ ازیں اختلالِ لیل و نہار
ہر کہ بیمار ہست بیمار ست   تندرست ست بدتر از بیمار
ہیبتِ مرگ و خدمتِ مرضا   غمِ موتِ عزیز و نوکر و یار
عبرت و ترس بر تباہیِ خلق   قحطِ اجناس و غلّہ در بازار
جاں پریشان و جسم و تن عریاں   شکمِ خالی و کفِ نادار
جگرِ سوختہ و سینۂ چاک   دلِ بریان و چشمِ طوفاں بار
نہ اجیری کز و شود کارے   نہ عزیزے کہ او کند ایثار
نہ فقیرے کہ صدقہ برگیرد   نہ امیرے ست فارغ از افکار
نہ طبیبے کہ نسخہ بنویسد   نہ حبیبے برائے چارۂ کار
پدر و عمّ و مادر و خواہر   ق   پسر و دختر و برادر و یار
زوجہ و بچہ عمّہ و خالہ   الغرض ہر یک از صغار و کبار
مہتر و سقہ گاذر و حجّام   جملہ باورچیان و خدمتگار
نوکر و چاکر و ندیم و رفیق   ہمہ بیمار و جملگی بیکار
یک بیک جملہ اہل خانہ علیل   کیست تا دارو آرد از عطّار
نہ دوا و نہ دارو و درماں   نہ غذا و علاج نے تیمار
غلّہ غالی و پارچہ کمیاب   قیمتِ ادویہ گراں بسیار

قیمتِ پارچہ پنبہ بہ خدا   کفن ہم ارزِ شالِ حاشیہ دار
فصلِ سرما و جامہ ناپیدا   قیمت پنبہ شد ز یک تا چار
آرد و دال و شیر سخت گراں   نمک و قند و روغن و اثمار
مرد دہقاں تباہ حال شدہ است   از خرابی زرع و کشت و عقار
ارض مزروعہ خالی از زرع است   نیست جز خار خشک پیداوار
خود و بچہ و زوجہ بیمار ست   گاؤ جاموش و گوسفنداں خوار
طاقت از بہرِ چاہ رانی نیست   آب موجود نیست در انہار
کیسہ خالی و قرضہ کس ندہد   زانکہ خود مبتلاست ساہوکار
چارہ بہرِ دوا نایاب ست   مبتلائے بلاست ہر جاں دار
یک تنِ ناتوان و ایں ہمہ فکر   الغرض ”یک انار و صد بیمار“
آدمی آخر آدمی زادہ ست   کوہ بر خود بلرزد از ایں بار
از بیماری و بیکار
عددِ مُردگاں چہ می جوئی   کہ بروں ست از حساب و شمار
حالتِ زندگاں چہ می پرسی   نے شکیب ست و نے سکون و قرار
زندہ و مردہ ہر دو یکسانند   آں یکے در غشی و ایں شتغار
خفتہ چوں مردہ را کنند تدفیں   مردہ کے خفتہ را کند بیدار
مادرِ مردہ او فتادہ بخاک   طفل بر شیر می کند اصرار
بچّہ مردہ بہ پہلوئے مادر   مادر از سختیِ مرض ناچار
گورکن لیست و ”زندہ در گور“ ست   ہمہ وقت ست بس کہ در ایں کار
عشق مفقود و دوستی ناپید   نیست فرقے بہ یار از اغیار
از عزیز و قریب ہیچ مپرس   ہیچ کس نیست با کسے غمخوار
شد فراموش کینہ و رنجش   شد فراموش حجت و تکرار

شد فراموش خودگرانی قحط   خوب و بیمار از خورش بیزار
یک سرِ مو نہ کرد کم زوبا   طعنہ ہائے ایڈیٹرِ اخبار
گشت موقوف بحثِ استبداد   ملتوی گشت حجّتِ احرار
بے فریقین و حاکم و عملہ   شد معطّل کچہری و دربار
قاصدے نیست بہرِ پیغامے   گشتہ مسدود ڈاک خانہ و تار
نشّہ در بادۂ غرور نماند   سرِ نو دولتاں تہی ز خمار
از مے و میکشاں نشانے نیست   در خرابات و خانۂ خمّار
نیست نامِ تفرّج و تفریح   نہ سواری نہ شغلِ سیر و شکار
ہوسِ جلبِ منفعت بے سود   قصرِ اُمیدِ "لالہ" شد مسمار
شہر و قصبہ و دیہہ و مزرعہ ہا   کوہ و صحرا و دشت و بحر و حصار
ایمریکہ و یورپ ایفریقہ   کابل و چین و تبّت و تاتار
دہلی و بمبئی و کلکتہ   حیدرآباد و لکھنؤ و بہار
شملہ و نینی تال و منصوری   سندھ و پنجاب و مدراس و برار
ہمہ از دستِ ایں بلا گریاں   ہمہ از دستِ ایں وبا افگار
اسپرین و کونین بے تاثیر   ڈاکٹر سخت عاجز و ناچار
دابر و کاڑہا و لنگھنہا   وید از دست ایں ہمہ بیزار
ایکونائٹ بردنیا و تکس   ہومیوپیتھی از ہمہ در عار
ہاں سپستان و خطمی و عنّاب   کرد فی الجملہ خفتِ آزار
نہ ز سائنس بود با اثرے   نہ ز اسپیچ و لکچر و پندار
نہ بحکمِ گورنرست شفا   نہ مرض ترسد از سپہ سالار
نہ ز ایروپلین و سب میرین   نہ ز بٹیل شپ و امیرِ بحار

ن
ناعم

ہمہ مجبورِ شاہ و شاہنشاہ   والیِ ملک و حاکم و سرکار
چارہ گر ہیچ نیست جز بخدا   مالک الملک واحد القہّار
تکیہ بر فضل او بباید کرد   باید از ذاتِ پاکش استنصار
او چو خواہد کشایشِ مشکل   کند آساں مراحلِ دشوار
بس مزمّل رجوع کن با او   خواہ امدادِ داورِ دادار
اے خداوند فالق الاصباح   ق ۱   اے خداوند خالق الانوار
شافی و کافی و سمیع و بصیر   ۲   نورِ بینایِ اولی الابصار
المدد المدد خداوندا   ۳   الغیاث الغیاث یا غفّار
الحفیظ الحفیظ یا حافظ   ۴   الامان الامان یا جبّار
بہ طفیلِ جلال و عزّتِ خویش   ۵   صدقۂ قربِ احمدِ مختار
یارب از بہرِ انبیا و رُسل   ۶   پئے جاہِ فرشتگانِ کبار
بہ کراماتِ اولیاء کرام   ۷   بہ طفیلِ ائمۂ اطہار
بہ شہیدانِ رض دشتِ کرب و بلا   ۸   بہ گروہِ مہاجر رض و انصار
رحم فرما بحالتِ مخلوق   رحمت از خلق خود دریغ مدار
کار تو فضل و رحمت ست بخلق   کار ما بندگاں ست استغفار
ما ہمہ بندۂ گنہگاریم   تو کریم و رحیم و ہم غفّار
ما ہمہ مبتلائے عصیانیم   بندگانیم خوار و زار و نزار
ما ہمہ بد کنیم و تو نیکی   نیک فرما و شر ز ما بردار
منگر بر خطائے ما ۔ منگر   بنگر بر عطائے خود ستّار
ہرچہ ہستیم جملہ ملکِ تو ایم   نیک کردار یا کہ بد کردار
رحم فرما و عذرِ ما بپذیر   اے توانا و مالک و مختار

جز تو بر ہیچ در پناہے نیست   نہ ز قہرِ تو ہیچ جاے فرار
مامنے نیست غیرِ بارگہت   نیست جز درگہِ تو مرجعِ کار
خستگانیم از بلا برہاں   تشنگانیم ابرِ رحمت بار
دردمندیم دردِ ما بہ کن   مستمندیم دردمند مدار
اے خداوند قادر و قیّوم
بہ پذیر از مزمّل ایں اشعار

(متعلق وباے انفلوئنزا من ابتداے ۷ر نومبر سنہ ۱۹۱۸ء لغایۃ
۱۶ر نومبر سنہ ۱۹۱۸ء گفتہ شد)

مراثی

مرثیۂ وفاتِ ایڈورڈ ہفتم قیصرِ ہند

بسم اللہ وبہ نستعین

شاہِ ما ایڈورڈ ہفتم شہریارِ باصفا   کرد از دار الفنا رحلت سوئے دار البقا ۱
شہریارِ نیک خصلت داوری با فر و ہوش   با ہمہ جبروت و سطوت صلح ورز و مہر زا
شاد زاد و شاد ماند و شاد مرد و شاد زیست   ما ہمہ از مرگِ او در رنج و ماتم مبتلا
رفتی و ما را رہینِ درد و غم بگزاشتی   ما نمی خواہیم کردن یادِ تو از دل جدا
گفتہ بودی خدمتِ خلقِ خدا فرضِ من است   رحمک اللہ وعدہ را از صدقِ دل کردی وفا
انحصارِ وصفہایت خارج از امکانِ من   پس بعجز از این گزشتہ می کنم بہرت دعا
اے کہ بودی بر سرِ ما سایۂ الطافِ تو   بر روانت باد دایم سایۂ لطفِ خدا
جارج فرزندِ عزیزت یعنی شاہنشاہِ ما   دیر بر جائے تو باشد خلق را حاجت روا

این دعا از بندۂ مزمل و آمین ز خلق
با امیدِ استجابت از جنابِ کبریا

این اشعار برائے خواندن جلسۂ ماتم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کہ بہ یوم دفنِ مرحوم در کالج شدہ بود بمقام علی گڑھ بتاریخ ۱۹؍ مئی سنہ ۱۹۱۰ء موزوں کردہ بوقت جلسہ بتاریخ ۲۰؍ مئی مذکور در جلسہ بہ ضمن تقریر خواندم۔ سہ شعر از وقت عصر تا مغرب و چار شعر ما بین مغرب و عشاء و یک شعر بر بسترِ استراحت و یک بوقت صبح در غسل خانہ گفتہ شد۔

(۲۰؍ مئی سنہ ۱۹۱۰ء)

اللہ باقی من کلّ فانی

مرثیۂ مادیانِ شکیلہ

مرثیہ تاریخی سقط شدن مادیانِ شکیلہ کہ وقت پنج ساعت صباح بحالت آبستن نو ماہ از عارضۂ فالج کہ سبب غفلت جیوا سائیس کہ بحالت سردی بلا بالاپوش شبان در زیر سایۂ آسمان بستہ بود۔ بعد بیماری بست و چہارم ساعت بوقت پنج ساعت صبح بتاریخ ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۰۹ء مطابق ۲۷؍ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ و ۱۳۱۷ف فوت شدہ بود۔ بسیار حسینہ و جمیلہ بود۔ مادیانِ عرب اوّل کمتر دستیاب می شود و اگر می شود بدیں شان از نظر نہ گزشتہ۔ ہر کہ از صاحبانِ انگریز یا احبابِ بابصر ہندوستانی می دید فریفتہ می شد۔ باوجود چالاکی مفرط بسیار نیک مزاج بود۔ یک بار آبستن شدہ بچہ سہ ماہہ اسقاط کرد۔ بعد پنج سال پس ہژدہ مرتبہ اسپ شد و حاملہ شدہ بود کہ خود بگزشت۔ ہماں روز تا ساعت چہار شام ایں چند اشعار قلم برداشتہ بمقام بھیکم پور موزوں کردہ شدہ کہ یادماند۔

مادرِ ایں مادیان را جناب اخی مکرمی قبلہ مدظلہم العالی با دیگر اسپان در یمن خرید فرمودہ بودند۔ اصل نجدی نژاد بود و در اثنائے سفر در جہاز زائیدہ بود۔ ایں بچہ داد۔ بھائی صاحب ایں بچّہ را بہ عمرِ ۲ دو سالگی بہ من عطا فرمودہ بودند۔ شکیلہ نام کردم۔ رنگ خود و مادرش اصل سرنگ بود و در ہیچ جا ہیچ عیب نداشت۔ ۱۶ شانزدہ سال عمر یافت۔ من خودش تعلیم دادہ بودم۔

۱۴؍ اکتوبر ۱۹۰۹ء

ب
عرب مادیانے شکیلہ بنام — حسین و جمیل و اصیل و نجیب
تنش قاقم و بال و دُم چوں حریر — زرِ خالصش رنگ و شانش عجیب

دونده چو آهو - جهنده چو برق — سبک و چو باد و چو کلک ادیب
به قرب و جوار و به نزدیک و دور — نه بودش حریف و نه بودش رقیب
زبس نازک و چابک و تیز گام — به طرز دل آویز و شان عجیب
نژادش ز نجد و ولادت به بحر — وفاتش به هند و مقاش به طیب
مر اسیزده ١٣ سال بد زیر ران — به سیر و شکار و بعید و قریب
ز نادانی چاکرش جیوا رام — ز پا اوفتاده اجل شد نصیب

مزمّل بگفتم سنه فصلیش
به یک تخرجه مادیان غریب

١٣١٨
١
١٣١٧ فصلی

به تخرجه یک عدد

ن
مزمّل بگفتم به یک تخرجه
سنه فصلیش مادیان غریب

تاریخ مردن اسپ سهیل

اسپ سهیل سه ساله بود که در ماهِ مئی ١٨٩١ء از سید عبدالمجید عرب مدنی بوجه ناقدری ابنای زمان که هیچ یک او را نه پسندیده بود به قیمت دو صد پنجاه ٢٥٠ روپیه خرید کردم - بچه بود - خیلی شوخ، در اوّلین سواری سکندری خورد و بر زمین افتاد - من هم از خانهٔ زین جدا شدم و مجروح شدم - البته دو هفته علاج شد - مردمان گفتند اسپ نامبارک ست، خود دل خالی از دغدغه نبود - فی الجمله اسپ با من بود - سهیل نام دادم - رفته رفته جوان شد و توانا تر و این قدر خوب صورت و چالاک و قوی و اصیل و ملیح بر آمد که مشهور نزدیک و دور شد - صاحبان انگریز برو فریفته بودند - بارها در سواری مس هرسین صاحبه و مس هیلڈربی صاحبه بود و در شکار خنزیر و پولو و

جستِ خندق و دیوار و فنونِ نیزه بازی عدیل خود نداشت. بارہا از پشت او بازی ہاے چمِ خانه از صاحبانِ انگریز و ہندوستانی بازی ہا بردم. آخر العمر چناں من با او و آں با من مانوس بود که بیش بر آں مشکل ست۔ نر بود و با مادیان چند بار جفت ہم شده بود۔ امّا گاہے غیر معمولی شوخی نمی کرد۔ و زیر زین من ہر چه می خواستم و می گفتم می کرد۔ در جائے که بالا و پست می بردم می رفت۔ ناگاه بحالت غایت صحّت و قوّت و چابکی و تندرستی ہنگام راتبه خوری غذا در گلو بست دم بند شد بمشکل تمام ڈاکٹر از آلات عمل کرد تا لقمه فرو رفت اما یقین ست که چیزے از غذا در ششِ رفته باشد المختصر بیچاره ازیں صدمه نجات نیافت ہر چند مداواے کامل کرده شد، بخار بشدّت لاحق شد و بالآخر دو شبانه روز مبتلا بوده بتاریخ یازده ماه اگست سنه ۱۹۰۸ء مطابق دہم رجب سنه ۱۳۲۶ھ و سنه ۱۳۱۵ فصلی بساعت ده نواخت روز فوت شد. بسیار قلق داد ـ گویا که در عمر چہل و سه ۴۳ سالگی پایم شکست. مشکل ست که جانورے ہمچو کار آمد و رفیق دیگر بدست آید. بشرطیکه خود حیات مستعار من ہم قدرے دیگر وفا کند۔ یا آنکه به مبلغ ایں قدر قلیل خرید کرده بودم لیکن چوں جوان و کار آمد شد به قیمت دو ہزار می ارزید و من البته پنج ہزار ہم به جدا کردنش راضی نتوانستم شد۔ در عرصه یک ساعت و نیم قطعه تاریخش موزوں کردم و بر مادّهٔ تاریخ "غروب سہیل" که بر تعمیه دو که از باے "بکا" بر آورده ام البته فخر دارم ۔

۱۳ر اگست سنه ۱۹۰۸ء وقت ده ساعت روز بمقام بھیکم پور قطعه تاریخ بتاریخ یازده ۱۱ اگست سنه ۱۹۰۸ء مابین چہار و پنج نیم ساعت سه پہر موزوں کرده بودم فقط

ل
مرا بود اسپے عرب سبزه رنگ   وفادار و منقاد و نامش سہیل
سمش سنگ خارا دمش جعد حور   تنش سیم خالص دو چشمش کحیل
تناور چو پیل و دلاور چو شیر   دواں مثل باد و رواں ہمچو سیل

مطیع و وفادار و عادت شناس   عزیزِ دلِ جملہ یارانِ خیل
مرا ہیژدہ ۱۸ سال خدمت نمود   بطوع و رضا و بہ تسلیم و میل
بہ ناگاہ مرد و دلم رنجہ کرد   بمن صبحِ تاباں سیہ شد چو لیل
ز روئے بگا سالِ ایں واقعہ (ب)   ھزمّل بگفتہ - غروبِ سہیل

۱۳۱۳
۲-ب
۱۳۱۵ فصلی

نوحۂ وفات حضور ملکۂ معظمۂ قیصرِ ہند کوئین وکٹوریا مرحومہ

(در جلسۂ تعزیت حضور ممدوحۂ مرحومہ بتاریخ دوم فروری سنہ ۱۹۰۱ء بہ ضمن تقریرِ خود شاں خواندہ شد اوّلین نظم ست کہ بہ پارسی موزوں کردم)

اے عزیزاں نوحہ خوانم با آوازِ حزیں   بر وفاتِ ملکۂ وکٹوریا - یعنی کوئین
ایمپرس آف انڈیا - شاہنشہِ عالی جناب   آنکہ مثلش در جہاں پیدا نگرد بعد ازیں   ن
شہریارِ کامگار و تاجدارِ نامدار   افتخارِ ملک و ملّت صاحبِ تخت و نگیں
ماہتابِ بذل و جود و آفتابِ دین و داد   آسمانِ عزّ و دولت - بلکہ بالاتر ازیں
آنکہ انگلش نیشن ازوے فخر ابنائے زماں   اے کہ - بے تو ہندیاں را دل بود اندوہگیں
آوخ! آوخ! بر تو اے پیرِ فلکِ بیدادگر   کز سرِ ما ناگہاں برداشتی ظلّے چنیں
من ہمی گویم کہ فوق العادہ ست ایں جورِ تو   کارہا کردی بدینساں - آرے آرے بیش ازیں
کاش! تا چندے نمیکردی چنیں ظلمِ عظیم   کاش! ہمی بودیم چندے عمرہا دررا قریں
منتظر بودیم تا بینیم بعد از ہفت سال   با کمالِ شوق و فرحت - جوبلی سوئیں

حیف باشد تا بجائے آرزوئے جشن و عیش مجلسِ ماتم شود برپا و خلق اندوہگیں
سینہا صد چاک باشد۔ خاک بر سر ہر یکے ملکِ ما تاراجِ غم شد۔ یا الٰہ العالمیں
رحم فرما! بندگانِ خویشتن را صبر بخش خاصہ شاہنشاہِ ما۔ ایڈورڈ ہفتم پاک بیں
بس مزمّل ختم کن اشعار و دل با حق ببند بر دعا ختمِ سخن کن۔ سیرتِ پاکاں گزیں
اے خدا، اے بادشاہ، اے خلق و عالم را پناہ ق اے کہ بے فضلِ تو ابتر جادۂ دنیا و دیں
رحم کن بر روحِ پاک ملکۂ وکٹوریا
اَنتَ غفّارٌ رحیمٌ نحن کنّا مذنبین

مرثیہ وفات حکیم عبد المجید خاں صاحب رئیس دہلی المخاطب بہ "حاذق الملک"

۵ "حاذق الملک" سوئے جنت رفت زایں جہانِ خراب واویلاہ
جانِ او در جوارِ رحمتِ حق جانِ ما در عذاب واویلاہ
گشت تعلیم و درس خاک بہ سر گفت علم و کتاب واویلاہ
جانِ من تا بہ حشر رنج برد تا بروزِ حساب واویلاہ
بر جواں مرگ دوستاں افسوس بر سرور و شباب واویلاہ
از پسے سوزشِ غمِ فرقت دلِ من شد کباب واویلاہ
اے فطانت ایاب صد حسرت اے حذاقت مآب واویلاہ
رشکِ بقراط فخرِ جالینوس ماہرِ لاجواب واویلاہ
حیف بر دست بردِ دستِ اجل آہ ازیں انتخاب واویلاہ
اشک ریزی و خوں ہمی باری اے بخیلِ سحاب واویلاہ
ہستیِ عالم ست وہم و گماں چشمۂ او سراب واویلاہ

قوتِ جانِ حزیں غم و خون ست زیں طعام و شراب وا ویلاہ
درِ فیضانِ او بما بستند از چنیں سدّ باب وا ویلاہ
جانِ من وقفِ حسرت و ارماں قلق و اضطراب وا ویلاہ
آہ عبدالمجید خاں ز غمت
شد مزمّل حباب وا ویلاہ

(۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

متفرّقات

(اردو، فارسی، عربی، انگریزی)

ہم نے سو بار دل کو سمجھایا پر نہ اس کی سمجھ میں کچھ آیا
آخرش جب لگی گزرنے کچھ اور تب تو صدمے اٹھا کے گھبرایا
میں نے اس سے کہا کہ "اے ناداں عقل سے کام لے" تو فرمایا
"عقل اوّل ہی ہو چکی رخصت جب سے الفت کا کچھ مزا پایا"

(۱۵ر اگست ۱۸۹۴ء)

(بموسم گرما ایک خاص حالت میں ۱۸۹۲ء میں یہ قطعہ لکھا تھا۔ مزمل اللہ)

فرد

وشمسٌ[1] صدارتی غربت وغابت فلیس لھا الحرارۃ والضّیاء

(۸ر دسمبر ۱۹۲۳ء بھیکم پور)

---

[1] بعض اساتذۂ مسلم یونیورسٹی بصورت وفد بہ خدمت نوّاب صاحب پیش شدند۔ سرخیل مولانا عبدالحق حقی بغدادی مرحوم (استاذ عربی) بود۔ و آں ہنگامے بود کہ نوّاب صاحب قلم دان وائس چانسلر بصاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم تفویض کردہ بودند۔ ڈاکٹر ضیاء الدین پرو وائس چانسلر بود۔ نوّاب صاحب ایں فرد را ارتجالاً انشاد و ارشاد فرمودند۔ ایں مشاہدۂ من بندہ است۔ الفاظ "شمس" (آفتاب) و "ضیا" ملاحظہ شدنی ست۔ مرتّب

حبیبی لقد انشدتنی من کلامك العذب   وقد خاطبتمونی بہ حسن احسن الخطب
فانت ذی العلم والفضل والشرف   بحسن الوطن والنسل والنسب
تبارك اللہ فیکم وفی اولادکم کلاً   ونالکم کلّ المنایا والرّتب
لسانکم عربیّ مبین ذی مفاخرة   وانا الهندی لا بالوهب ولا کسب
فما بادرت باشعار فخراً ولا کبراً   استغفر اللہ من کبر ومن کرب

فانّی مزمّل المرجو من ربّی
باسماحٍ من سخطہ ومن الغضب

سجعہ محمد احمد اللہ خاں طال اللہ عمرہٗ گفتۂ محمد مزمل اللہ خاں

احمد اللہ خانِ[1] مزمّل غلامِ احمد ست

سجعہ محمد مزمل اللہ خاں رئیس بھیکم پور گفتۂ خودشاں

غلامِ احمد داوُد ہست مزمّل

مقتضائے وقت ایں باشد کہ پیماں بشکنم قطعہ ۱۸۴۴   دوست را دشمن شمارم ہیچ احساں بر کنم
ایں ہمہ آساں بود۔ امّا فرار از موت نیست   چارہ[2] جز ایں نیست با صد سوز افغاں سر کنم

---

[1] محمد احمد اللہ خاں پسر اکبر و اولاد اوّلیں نواب صاحب بود۔ سنہ ۱۹۱۶ء در عین عنفوان شباب فوت شد۔ بسیار رشید و شدنی بود۔ مرتّب

[2] نواب صاحب صرف سہ مصراع اول فرمودہ۔ باقی را نا مکمل گزاشتہ۔ خدا داند چرا۔ ایں مصرعۂ چہارم را من بندہ چسپاں کردہ ام۔ معلوم نیست کہ پیوند شد یا نہ۔ مرتّب

آج ہے محفلِ میلادِ رسولِ اکرم — میراگھر آپ کے فیضان سے ہے رشکِ ارم
آپ کے فیض سے ہے چشمۂ رحمت جاری — آپ کی ذات سے ہے میرا سہارا ہر دم
آپ کے نام کا سکّہ ہے جہاں میں جاری — ہے مؤذّن کی اذاں غلغلۂ شام و عجم
آپ ہیں باعثِ تنزیلِ کلامِ ربّی — آپ کے نورِ ہدایت سے منوّر عالم
آپؐ کے نام پہ قربان مزمّل کی جاں
آپؐ کے نام پہ نکلے گا مرا آخر دم

کلمہ توحید کے پڑھنے میں نکل جائے یہ دم

سجعہ گفتۂ خود شاں

محمدؐ را مزمّل گفتہ است اللہ در قرآں

ریشِ مخضّب

One is as white as snow
The other is as black as a crow
They have born together and together they grow
Together they will live and together they will go.

(املا باردو)	(ترجمۂ منظوم از مرتّب)
ون از ایز وائٹ ایز سنو	ایک تو ہے سفید جیسے برف
دی ادر از ایز بلیک ایز اے کرو	دوسری ہے سیاہ جیسے زاغ
دے ہیو بورن ٹوگیدر اینڈ ٹوگیدر دے گرو	ساتھ آئی ہیں بڑھ رہی ہیں ساتھ
ٹوگیدر دے ول لو اینڈ ٹوگیدر دے ول گو	ساتھ رہتی ہیں ہوگا ساتھ فراغ
(اپریل سنہ ۱۹۲۵ء)	(تاریخ ترجمہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ء)

MUSLIM UNIVE…
7 MAR …

بسمہٖ تعالیٰ شانہ

نیا آج ساماں ہوا چاہتا ہے	گلستاں پرستاں ہوا چاہتا ہے
خیاباں خیاباں ہیں گلہائے معنی	بیاباں گلستاں ہوا چاہتا ہے
ہر اک تختۂ باغ فیضِ صبا سے	چو تختِ سلیماں ہوا چاہتا ہے
ہر اک میہماں کہہ رہا ہے[ل] یہ نازاں	کہ مہماں[ل] ذی شاں ہوا چاہتا ہے
فلک سے چلی آ رہی ہیں صدائیں	کہ رحمت[ل] کا عنواں ہوا چاہتا ہے

عیدِ میلادِ نبی آئی ہے	مژدہ یہ بادِ صبا لائی ہے
دل مرا آپ پہ قربان نبیؐ	جاں مری آپ کی شیدائی ہے

(سنہ ۱۹۲۵ء)

عید میلاد رسول الثقلین آئی ہے	یہ خبر آج نسیمِ سحری لائی ہے
غنچے کھل کھل کے بنے پھول چمن میں یکسر	پھول پھولے ہیں خوشی کی جو خبر آئی ہے
دل ہے ہر مومنِ صادق کا مسرت سے بھرا	بزمِ میلاد میں عشرت کی ہوا آئی ہے
عشقِ احمدؐ نہ ہو جس دل میں وہ دل پتھر ہے	ہو نہ جس دل میں خیال اُس کا وہ سودائی ہے
میرے اللہ کے پیارےؐ مرا ہادی تو ہے	دل مرا تیری شفاعت کا تمنائی ہے
تو نہ ہوتا تو مسلمان کہاں سے ہوتے	تیرے صدقے میں یہ دولت ہمیں ہاتھ آئی ہے

خواب میں آؤ مزمّل کی تسلّی کے لیے
دیدۂ شوق زیارت کا تمنائی ہے

(بھیکم پور - ۲۳ ؍ اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء)

تمّت بالخیر

[ل] خلا پُر کردہ بندۂ مرتب

CALL No. { ف ٨٩١٫٥٥١ / د ٢٦ م   ACC. NO. ٣٦٥٠

AUTHOR

TITLE درج لولوئ فصاحت

م٢٦د   ف ٨٩١٫٥٥١

٣٦٥٠

درج لولوئ فصاحت

Date	No.	Date	No.
For binding L. No. 7/95 7.7.95	✓		

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES :- PERSIAN SECTION

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text-book and **10 Paise** per volume per day for general books kept over-due.